Over 195K Followers

08 TO 14 DECEMBER, 2025 ☆☆☆ ۸تا۱۴ دسمبر ۲۰۲۵

صارفین سے سرکار تک
چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

کنزیومر واچ

ایڈیٹر: نشید آفاقی

CONSUMER WATCH KARACHI

Government of Pakistan office of the Press Registrar Islamabad Registration No.2793

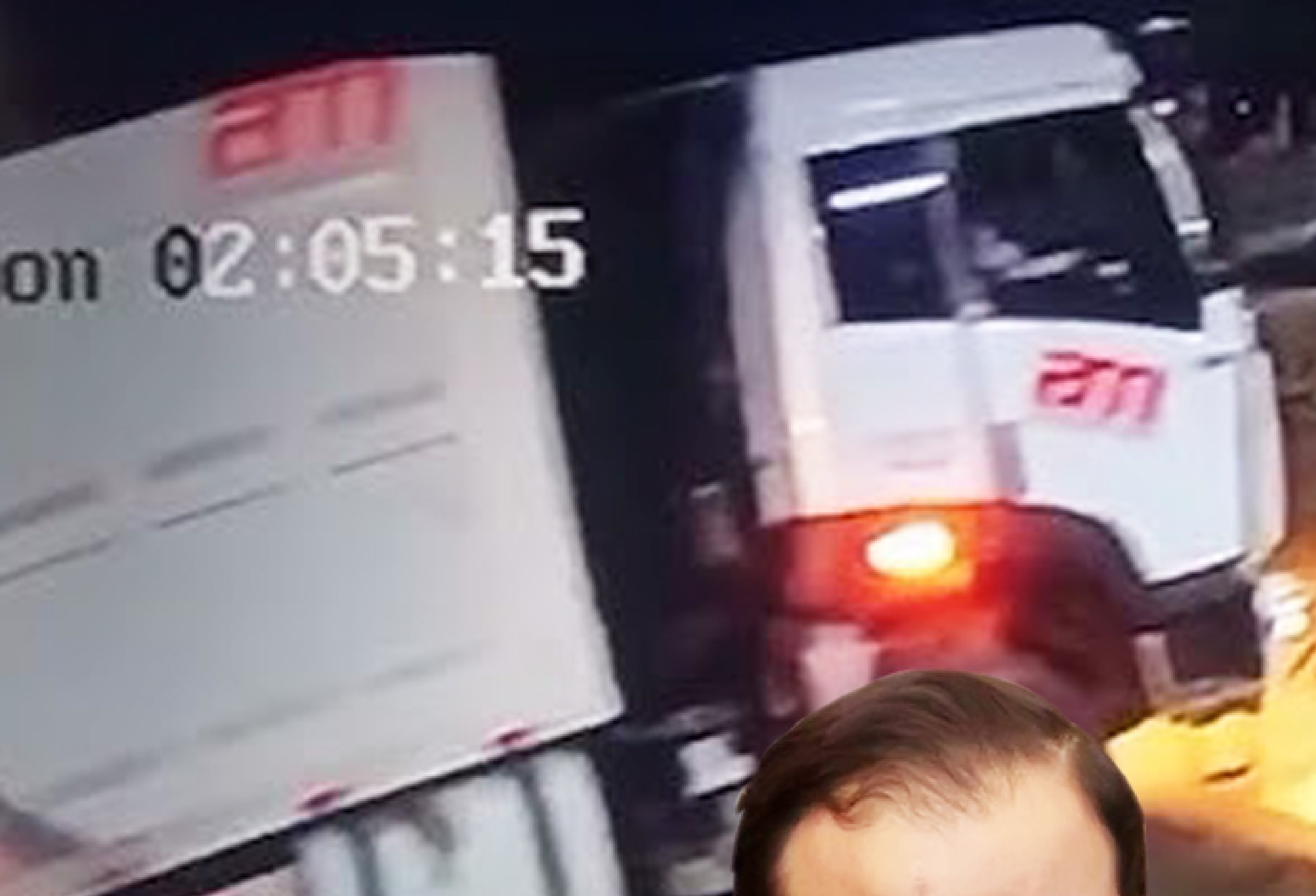

کراچی لاوارث

سانحہ نیپا: ذمہ دار کون؟

کیا میئر کراچی مرتضیٰ وہاب کو گٹر کے ڈھکن لگوانے کے لئے بھی اختیارات کی ضرورت ہے؟

مجرموں کو کٹہرے میں لایا جائے تاکہ آئندہ ایسے واقعات رونما نہ ہوں، شہریوں کا مطالبہ

واشنگٹن (کنزیومرواچ نیوز) ناسا نے شہابِ ثاقب YR42024 کے بارے میں تازہ معلومات جاری کی ہیں، جن کے مطابق اس خلائی چٹان کے چاند سے ٹکرانے کے امکانات چار فی صد تک پہنچ گئے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ حتمی صورتحال آئندہ سال فروری میں اُس وقت واضح ہوگی جب اس کی درست پوزیشن کا اندازہ لگایا جائے گا، تاہم موجودہ خدشات نے سائنس دانوں میں تشویش بڑھادی ہے۔ ماہرین کے مطابق اگر یہ شہاب ثاقب اپنی موجودہ ممکنہ سمت پر رہا تو سال 2032 میں یہ چاند سے ٹکرا سکتا ہے۔ ایسے میں اس

شہاب ثاقب کا چاند سے ٹکرانے کا خدشہ: ناسا نے الرٹ جاری کردیا

ٹکراؤ سے ہونے والا نقصان انتہائی سنگین ہوسکتا ہے، کیونکہ خلائی اثرات نہ صرف چاند بلکہ زمین کے گرد گردش کرنے والے نظاموں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ناسا نے بتایا ہے کہ 2026 کے فروری میں جدید ترین جیمس ویب اسپیس ٹیلی اسکوپ اس آبجیکٹ کا باریک بینی سے مشاہدہ کرے گی، اور اس دوران ٹکراؤ کے امکانات اچانک بڑھ کر 30 فی صد تک بھی جاسکتے ہیں۔ یہ شہاب ثاقب 2024 کے آخر میں دریافت ہوا تھا، جب ابتدائی اندازوں کے مطابق یہ زمین سے ٹکرانے والے خطرناک ترین آسمانی پتھروں میں شمار ہو رہا تھا۔ اُس وقت 3 فی صد امکان ظاہر کیا گیا تھا، لیکن بعد کی مشاہداتی تصاویر نے زمین کے لیے خطرہ تقریباً ختم کر دیا۔ تاہم اب نیا خطرہ سامنے آیا ہے کہ تقریباً 50 سے 100 میٹر قطر رکھنے والا تقریباً ایک فٹبال گراؤنڈ کے برابر یہ شہاب ثاقب چاند سے ٹکرانے کی سمت بڑھ سکتا ہے۔ ناسا کے مطابق اگر یہ چاند سے شدید رفتار کے ساتھ ٹکرایا تو وہاں ایک بڑا گڑھا تشکیل پائے گا۔ اس تصادم سے پیدا ہونے والے لاکھوں چھوٹے پتھر خلا میں بکھر جائیں گے، جن کے زمین کے گرد گردش کرنے والے ہزاروں سیٹلائٹس (بشمول انٹرنیٹ، جی پی ایس اور کمیونیکیشن سسٹمز) سے ٹکرانے کا خطرہ رہے گا۔ ایک بھی اہم سیٹلائٹ خراب ہوا تو دنیا بھر میں انٹرنیٹ، فون لائنز اور نیویگیشن سروسز متاثر ہوسکتی ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ شہاب ثاقب فروری میں سورج کے بہت قریب چلا جائے گا، جس کے بعد کئی سال تک نظروں سے اوجھل رہے گا۔ اسی مہینے میں اگر ٹکراؤ کے امکانات 30 فیصد یا اس سے زیادہ پائے گئے تو سائنس دانوں کے پاس کارروائی کے لیے صرف چھ سے سات سال باقی رہ جائیں گے سائنس دانوں نے امید ظاہر کی ہے کہ اگر ضرورت پیش آئی تو ناسا 2029–2028 میں ایک چھوٹا اسپیس کرافٹ بھیج کر اس کا راستہ بدل سکتا ہے، جیسا کہ وہ پہلے ڈی اے آر ٹی مشن میں کر چکا ہے۔ اس تکنیک کے ذریعے شہاب ثاقب کو معمولی دھکا دے کر اس کے مدار میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے تا کہ چاند کو ممکنہ تباہی سے بچایا جاسکے۔ یہ معاملہ سائنس کی دنیا میں گہری نگرانی میں ہے اور آئندہ چند برس اس پر اہم فیصلے متوقع ہیں۔

یورپی یونین میں میٹا کیخلاف تحقیقات شروع

لندن (کنزیومرواچ نیوز) ٹیکنالوجی کمپنی میٹا کے خلاف یورپی یونین کے قوانین کی مبینہ خلاف ورزی کرنے پر اٹلی میں تحقیقات شروع کردی گئیں۔ کمپنی پر صارفین کی اجازت کے بغیر واٹس ایپ میں میٹا اے آئی اسسٹنٹ شامل کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ملک کے اینٹی ٹرسٹ واچ ڈاگ کا کہنا تھا کہ تحقیقات کا دائرہ وسیع ہونے کی صورت میں ادارہ ممکنہ طور پر امریکی کمپنی پر وقتی پابندیاں عائد کر سکتا ہے۔ نگراں ادارے کا کہنا تھا کہ جولائی میں شروع کی جانے والی تحقیقات کا دائرہ ادارہ بڑھا رہا ہے تا کہ واٹس ایپ کے بزنس پلیٹ فارم کی اپ ڈیٹڈ ٹرمز کو شامل کرسکیں۔ ادارے نے مزید کہا کہ کمپنی نے ممکنہ وقتی پابندیوں کے اطلاق کے لیے عمل شروع کردیا ہے۔ ان پابندیوں میں نئے ضوابط کی معطلی اور واٹس ایپ میں میٹا اے آئی کے مزید اضافے کو محدود کرنا شامل ہے جب تک تحقیقات جاری رہیں گی۔ ان پابندیوں کا اطلاق تب تک رہے گا جب تک تحقیقات جاری رہیں گی۔

چین: چاند کی مٹی سے بنی اینٹوں کی زمین پر واپسی

بیجنگ (کنزیومرواچ نیوز) چین چاند پر مستقبل کی تعمیرات کے لیے تیار کی گئی تجرباتی 'چاند کی مٹی کی اینٹوں' کا پہلا بیچ کامیابی کے ساتھ زمین پر واپس لے آیا۔ چین کے سی سی ٹی وی نیوز کے مطابق یہ اینٹیں شینزو-21 اسپیس کرافٹ کے ذریعے خلا میں ایک سال گزارنے کے بعد واپس لائی گئیں۔ چینی محققین کے مطابق اینٹیں بہترین حالت میں ہیں۔ ژن ہوا نیوز ایجنسی کے مطابق یہ بیچ چین کے اسپیس اسٹیشن پر کیے گئے ایک تاریخی تجربے کا حصہ ہے۔ یہ تجربہ نومبر 2024 میں شروع ہوا، جب ٹیانژو-8 کارگو شپ نے سمولیٹڈ چاند کی مٹی کے نمونے اسپیس اسٹیشن تک پہنچائے۔ کُل 74 چھوٹی اینٹیں اسٹیشن کی بیرونی سطح پر ایک ایکسپوزر پلیٹ فارم پر نصب کی گئیں۔ ان اینٹوں کو ایسے مواد سے تیار کیا گیا جو حقیقی ریگولیت (چاند کی مٹی) کے مرکب سے میچ کرتا ہو اور ان کی تیاری میں تین طرح کی تکنیک استعمال کی گئیں: ہاٹ پریس سنٹرنگ، الیکٹرومیگنیٹک انڈکشن سنٹرنگ، اور مائیکروویو سنٹرنگ۔ اس سے ان کی دباؤ برداشت کرنے کی صلاحیت میں تین گنا سے زیادہ اضافہ ہوگیا۔ چین نے یہ اینٹیں بنیادی طور پر تین اہم خصوصیات کی جانچ کے لیے خلا میں بھیجی تھیں۔ جن میں مکینیکی کارکردگی، حرارتی کارکردگی اور ریڈیئیشن ریزسٹنس شامل ہیں۔

خلا میں پھنسے 3 چینی خلابازوں کی واپسی کے لیے امید نظر آنے لگی

شنگھائی (کنزیومرواچ نیوز) چین نے خلا میں پھنسے ہوئے تین خلابازوں کی واپسی کیلیے بغیر عملے والا مشن روانہ کیا جو مدار میں پہنچنے کے بعد اسٹیشن سے کامیابی کے ساتھ جڑ گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق خلائی اسٹیشن تیانگونگ پر چین کے تین خلاباز ژانگ لو، وو فے اور ژانگ ہونگ ژانگ پھنسے ہوئے ہیں جن کی واپسی کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا تو چین نے واپسی کیلیے بغیر عملے والا مشن شینزو-22 فوری طور پر روانہ کیا ہے۔ سرکاری نشریاتی ادارے کے مطابق لانگ مارچ-2 ایف راکٹ نے منگل کو مقامی وقت دو پہر کے بعد جیوچوان سیٹلائٹ لانچ سینٹر سے کامیابی کے ساتھ اُڑان بھری اور دوپہر تین بجے کے وقت یہ اسٹیشن کے ساتھ کامیابی سے جڑ گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق چین نے شینزو-22 کو اصل منصوبے کے مطابق 2026 میں انسانی مشن کے طور پر لانچ کرنا تھا تاہم موجودہ صورتحال کی وجہ سے اب اس مشن کو بغیر عملے کے ہنگامی متبادل جہاز کے طور پر استعمال کرتے ہوئے خلا میں روانہ کیا گیا ہے۔ چین کے خلائی اسٹیشن تیانگونگ پر پھنسے ہوئے خلاباز ژانگ لو، وو فے اور ژانگ ہونگ ژانگ معمول کے مطابق سرگرمیوں میں مصروف ہیں، وقت مکمل ہونے کے باوجود وہ ایک نقصان کی وجہ سے زمین پر واپس آنے والی گاڑی سے محروم ہیں۔ چین کے 3 خلاباز اپریل میں 6 ماہ کے مشن پر گئے اور پھر وہ شینزو-21 استعمال کر کے واپس آ گئے تھے، جس کے بعد اسٹیشن پر موجود دوسرے عملے کو واپس آنا تھا تاہم ہنگامی صورت حال کے باعث اُن کی واپسی ممکن نہیں ہوسکی تھی۔ چینی میڈیا رپورٹ کے مطابق شینزو-22 خلا میں پہنچنے کے بعد اسٹیشن سے جڑ گیا جس کے بعد اب خلابازوں کی واپسی ممکن ہوگی۔

مجلس ادارت:

● چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم ● ایگزیکٹو ایڈیٹر: ڈاکٹر ہما بخاری ● ایڈیٹر: نشید آفاقی
● لیگل ایڈوائزر: ندیم شیخ ایڈووکیٹ ● ایم ڈی سیلز اینڈ مارکیٹنگ: ظفر حسین،
● ڈائریکٹر بزنس ڈیولپمنٹ: ثوبیہ شاکر علی ● پریس منیجر: شکیل احمد خان
● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد
محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد
محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

دفتر کا پتہ: H41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2، کراچی
فون نمبر: 021-34528802-3

08 TO 14 DECEMBER, 2025 ☆☆☆ ۸ تا ۱۴ دسمبر ۲۰۲۵ ☆☆☆

صارفین سے سرکار تک
چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

کنزیومر واچ

CONSUMER WATCH KARACHI

https://www.facebook.com/ Consumer-watch.com

فرمان الٰہی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو اشارہ کیا کہ مصر میں
چند مکان اپنی قوم کے لیے مہیا کرو اور اپنے ان مکانوں
کو قبلہ ٹھہرالو اور نماز قائم کرو اور اہل ایمان کو
بشارت دے دو

سورۃ یونس 10 - آیت نمبر 87

مجھے ہے حکم اذاں ....!

نیپا فلائی اوور کے قریب کھلے مین ہول میں گر کر ایک معصوم بچے کی جان چلی جانا کوئی حادثہ نہیں، بلکہ کراچی میں برسوں سے جاری انتظامی غفلت، ناقص نگرانی اور ذمہ داریوں سے فرار کا نتیجہ ہے۔ یہ واقعہ ایسے شہر میں پیش آیا جو ملک کا معاشی مرکز ہے، مگر افسوس کہ یہاں بنیادی شہری سہولیات تک محفوظ نہیں رہیں۔ گٹر کے ڈھکنے سے لے کر سڑکوں کی مرمت تک ہر معاملے میں بے ترتیبی اور لاعلمی کی کیفیت کسی بھی سانحے کو جنم دے سکتی ہے، اور یہ سانحہ اسی کا عملی ثبوت ہے۔ تحقیقات میں جو ابتدائی نکات سامنے آئے، اُن کے مطابق کھلا مین ہول ایک عرصے سے خطرہ بنا ہوا تھا۔ کے ایم سی نے اس حادثے کا ذمہ دار بی آر ٹی تعمیرات اور نجی اسٹور کی انتظامیہ کو قرار دیا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ جب پہلی بار مین ہول کھلا چھوڑا گیا تو کس ادارے نے نوٹس لیا؟ کس نے ہنگامی بنیادوں پر اس مقام کو محفوظ بنانے کی کوشش کی؟ شہر کا ہر ادارہ اپنی حدود کا حوالہ دے کر ذمہ داری سے پیچھا چھڑا لیتا ہے، جبکہ شہری اس جنگِ بے اختیاری میں پس کر رہ جاتے ہیں۔

کراچی میں کئی برسوں سے کھلے مین ہول، ٹوٹی سڑکیں، غیر ذمہ دارانہ کھدائی اور ناقص مرمت کے باعث حادثات معمول بنتے جا رہے ہیں۔ یہ صورتحال صرف نااہلی نہیں بلکہ انسانی زندگیوں سے کھلا کھیل ہے۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ جب تک کوئی بڑا سانحہ نہ ہو جائے، متعلقہ ادارے بیدار نہیں ہوتے۔ اس سے بڑھ کر یہ طرزِ حکمرانی کسی بھی بڑے شہر کے لیے تباہ کن ہے۔ اس سانحے نے ایک بار پھر یہ سوال زندہ کر دیا ہے کہ کراچی کو ایک متحدہ اور واضح نظامِ اختیار کب ملے گا؟ شہر کے مسائل مختلف محکموں میں بٹے ہوئے ہیں، نتیجتاً کوئی ایک ادارہ خود کو مکمل طور پر ذمہ دار نہیں سمجھتا۔ ایسے میں اصلاحات کی اشد ضرورت ہے، جس کے تحت شہری انفراسٹرکچر کی نگرانی، مرمت اور بہتری کے لیے ایک مربوط اور جوابدہ نظام قائم کیا جائے۔ متاثرہ خاندان کے غم کا کوئی مداوا نہیں، مگر ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف مجرموں کو قانون کے کٹہرے میں لائے بلکہ مستقبل میں اس طرح کے واقعات کے تدارک کے لیے عملی اقدامات کرے۔

خیر اندیش
شیخ راشد عالم
چیف ایڈیٹر کنزیومر واچ

Top Stories ٹاپ اسٹوریز

ٹیکس نظام، معاشی اصلاحات اور ریاست کی سمت

PAGE 05

مہنگائی کی شرح میں کمی: وقتی رجحان یا معاشی استحکام کا اشارہ؟

PAGE 08

ایمازون اور گوگل کا نیا پرائیویٹ کلاؤڈ لنک، پاکستان کے ڈیجیٹل انفراسٹرکچر کے لیے ایک اہم موقع

PAGE 06

ملکی معیشت سنبھلنے لگی مہنگائی اور قرضہ کم، صنعت اور آئی ٹی شعبہ بحال

PAGE 09

پاکستان کی فرنس آئل برآمدات تاریخ کی بلند ترین سطح پر

PAGE 07

ملکی درآمدات میں تیزی برآمدات مسلسل دباؤ میں

PAGE 10

چیف ایڈیٹر و پبلشر شیخ راشد عالم نے فیئر پرنٹنگ پریس راجہ کوثر بلڈنگ، برنس روڈ سے چھپوا کر H-41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2 کراچی سے شائع کیا

کراچی لاوارث

سانحہ نیپا: ذمہ دار کون؟

کیا میئر کراچی مرتضیٰ وہاب کو گٹر کے ڈھکن لگوانے کے لئے بھی اختیارات کی ضرورت ہے؟

مجرموں کو کٹہرے میں لایا جائے تاکہ آئندہ ایسے واقعات رونما نہ ہوں، شہریوں کا مطالبہ

کنزیومر واچ رپورٹ

کراچی کے علاقے گلشنِ اقبال میں نیپا فلائی اوور کے قریب کھلے مین ہول میں گر کر کم عمر بچے کا جاں بحق ہونا ایک ایسا دردناک واقعہ ہے جس نے شہریوں کو ایک بار پھر سوالات اٹھانے پر مجبور کردیا۔ جاں بحق ہونے والے بچے کی لاش کئی گھنٹوں کی تلاش کے بعد لنک نالے سے ملی یہ واقعہ شہری منصوبہ بندی، نگرانی اور بین الادارہ جاتی رابطے کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ شہریوں کا غم وغصہ اس وقت عروج پر ہے وہ اس سانحہ کا ذمہ دار میئر کراچی مرتضیٰ وہاب اور خاص طور پر پیپلز پارٹی کو سمجھتے ہیں عوام کا ماننا ہے کہ کراچی کو لاوارث کردیا گیا ہے کوئی بھی شہر کی اونرشپ لینے کے لئے تیار نہیں ہے عوام کا مرتضیٰ وہاب سے سوال ہے کہ کیا میئر کراچی کو گٹر کے ڈھکن لگوانے کے لئے بھی اختیارات کی ضرورت ہے؟

کے ایم سی کی تحقیقاتی رپورٹ، ذمہ داری کس پر؟

کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن (KMC) نے واقعے کی ابتدائی تحقیقاتی رپورٹ محکمہ بلدیات کو ارسال کردی ہے، جس میں واضح طور پر BRT** ریڈ لائن منصوبے کی تعمیرات کو حادثے کا بنیادی سبب قرار دیا گیا ہے۔

سینئر ڈائریکٹر میونسپل سروسز عمران راجپوت کے مطابق:

بی آر ٹی کے کھدائی کام نے پورے نالے کے نکاسی نظام کو نقصان پہنچایا۔

گٹروں کو بند کرنے کے لیے صرف دو فٹ کے غیر معیاری کورز استعمال کیے گئے۔

ایک مین ہول تعمیراتی عمل کے دوران کھلا چھوڑ دیا گیا، جو حادثے کا براہِ راست سبب بنا۔

بی آر ٹی انتظامیہ نے کام شروع کرنے سے پہلے کے ایم سی کو باقاعدہ اطلاع نہیں دی۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ کور اور طریقہ کار کے ایم سی کے منظور شدہ معیار سے مطابقت نہیں رکھتے۔

نجی اسٹور پر بھی الزام

کے ایم سی رپورٹ میں نجی اسٹور کی انتظامیہ پر بھی غفلت کا الزام عائد کیا گیا ہے، کیونکہ کھلا مین ہول ان کے بالکل سامنے موجود تھا لیکن اسٹور نے بھی حفاظتی اقدام کے طور پر:

مین ہول کے گرد رکاوٹیں نہ لگائیں

نہ ہی متعلقہ حکام کو بروقت اطلاع دی

میئر کراچی کیا کہتے ہیں؟

میئر کراچی مرتضیٰ وہاب نے واقعے کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا تھا:

اگر میں ذمہ دار جماعت اسلامی کو کہوں تو لوگ ناراض ہوں گے، مگر ذمہ داری جہاں ہے وہاں رکھنی چاہیے۔

میئر کا اشارہ ریڈ لائن منصوبے کی نگرانی اور انتظامی ذمہ داریوں کی طرف تھا۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

شہر میں مختلف اداروں کے الگ الگ دائرہ اختیار عوامی مشکلات میں اضافے کا باعث ہیں۔

بی آر ٹی کی کھدائی اور اس کے بعد صفائی کا نظام بہتر طریقے سے منظم نہیں کیا گیا۔

عوام کیا کہہ رہے ہیں؟

سوشل میڈیا اور مقامی رہائشیوں کا ردعمل شدید تھا:

کچھ لوگ بی آر ٹی ریڈ لائن منصوبے کو براہِ راست قصوروار ٹھہرا رہے ہیں۔

کچھ شہری کے ایم سی کی نگرانی کو ناکافی قرار دے رہے ہیں۔

بہت سے لوگوں نے شہر میں کھلے مین ہولز کے مستقل مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

کچھ لوگ میئر اور پیپلز پارٹی کی حکومت کو ذمہ دار قرار دے رہے ہیں

عام شہریوں کے مطابق:

کراچی میں کھلے مین ہول کوئی نئی بات نہیں، مگر آج ایک گھر اجڑ گیا... اگر وقت پر ڈھکن لگ جاتا تو بچہ بچ جاتا۔"

بین الادارہ جاتی بدانتظامی، مسئلے کی جڑ؟

تجزیہ کے مطابق اس واقعے کے پیچھے تین بنیادی عوامل کارفرما دکھائی دیتے ہیں:

.1 اداروں کے درمیان رابطے کی کمی

ایک ہی سڑک پر کے ایم سی، سندھ گورنمنٹ، بی آر ٹی اتھارٹی، کنٹریکٹرز اور ٹاؤن انتظامیہ، سب کا الگ کنٹرول ہے مگر ہم آہنگی صفر

.2 غیر معیاری تعمیراتی طریقہ کار

بڑے شہروں میں مین ہول کو عارضی طور پر کھلا چھوڑنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہاں معمول بنا ہوا ہے۔

.3 نالوں اور نکاسی کا کمزور نظام

شہر بھر میں نالوں کی مرمت اور صفائی جز وقتی کام کے طور پر کی جاتی ہے، جس سے ایسی صورتِ حال پیدا ہوتی ہے۔

ماہرین شہری منصوبہ بندی کا موقف

شہر کے شہری انجینئرز کے مطابق:

ترقیاتی منصوبے شروع کرنے سے پہلے پورا GIS نقشہ کے ایم سی، واٹر بورڈ، ٹریفک پولیس اور دیگر اداروں کے ساتھ شیئر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مین ہولز کو کھلا چھوڑنا عالمی حفاظتی اصولوں کے خلاف ہے۔

ایسے پروجیکٹس میں ہائی رسک ایریاز کی نشاندہی اور 24 گھنٹے کی نگرانی لازمی ہے۔

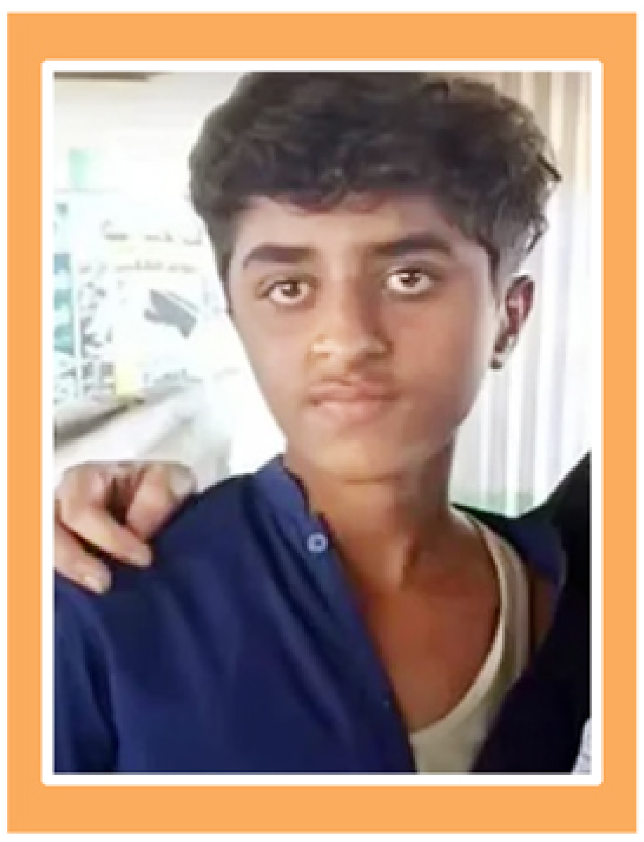

آئندہ ایسے حادثات روکنے کیلئے کیا کیا جائے؟

1 مشترکہ کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم

شہر میں جاری تمام کھدائی، تعمیرات اور رکاوٹوں کی رئیل ٹائم نگرانی ایک ہی پلیٹ فارم سے ہو۔ دبئی، سنگاپور اور لندن میں یہی نظام استعمال ہوتا ہے۔

2 سخت حفاظتی پروٹوکول

کھلے مین ہول کے گرد کم از کم 4 فٹ اونچی بیریئر

رات کے وقت روشن لائنز

پیلا یا سرخ حفاظتی ٹیپ

CCTV نگرانی

.3 تمام اداروں کے درمیان قانونی معاہدہ

ہر ترقیاتی منصوبے سے پہلے ایک MoU بنایا جائے جس میں یہ طے ہو:

* کس نے کون سی جگہ کھودی؟
* کب تک کھلی رہے گی؟
* کس ادارے کو اطلاع دینا لازمی ہے؟
*ذمہ داری کس کی ہوگی؟

.4 غیر معیاری کورز کے استعمال پر پابندی

صرف انجینئرنگ سرٹیفائیڈ ڈھکن استعمال ہوں۔ زیادہ ٹریفک والے علاقوں میں *کاسٹ آئرن ڈھکن* لازمی ہوں۔

.5 عوامی آگاہی مہم

اگر کسی علاقے میں مین ہول کھولا جا رہا ہو تو:

*علاقے کے واٹس ایپ گروپس
*مقامی یونین کونسل
*ٹیلی فون ایلرٹ سسٹم

کے ذریعے اطلاع دی جائے۔

نیپا فلائی اوور کا سانحہ ایک بار پھر کراچی کے شہری انتظام میں موجود دائمی خامیوں کو سامنے لاتا ہے۔ ایک بے گناہ بچے کی جان چلی گئی، مگر ذمہ داری کا تعین اور اصلاحی اقدامات وقت کی سب سے اہم ضرورت ہیں۔ جب تک شہر میں اداروں کے درمیان واضح رابطہ، سخت حفاظتی طریقہ کار اور معیار پر مبنی تعمیرات نہیں ہوں گی۔ ایسے حادثات دوبارہ ہوتے رہیں گے۔

کے ایم سی کے الزام پر بی آر ٹی کی وضاحت

بی آر ٹی ریڈ لائن پراجیکٹ نے سپر اسٹور کے نزدیک پیش آنے والے افسوسناک واقعے سے متعلق وضاحتی بیان جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ 30 نومبر 2025 کی رات تین سالہ بچے ابراہیم کی کھلے مین ہول میں گر کر ہلاکت انتہائی دل خراش سانحہ ہے اور پراجیکٹ انتظامیہ غمزدہ خاندان کے دکھ میں برابر کی شریک ہے۔ ریڈ لائن بی آر ٹی کے مینیجر انوائرنمینٹل اینڈ سوشل سیف گارڈ نے ایک وضاحتی بیان میں کہا ہے کہ واقعہ اُس مقام پر پیش آیا جو بی آر ٹی ریڈ لائن کے تعمیراتی علاقے سے خاصے فاصلے پر واقع ہے، جہاں نہ کوئی کھدائی جاری تھی، نہ بی آر ٹی کی کوئی مشینری، سرگرمی یا رکاوٹ موجود تھی۔ بیان میں کہا گیا کہ سڑک کی حالت بھی مکمل تھی اور واقعہ جس پرانے سیوریج چینل کے مین ہول میں پیش آیا، وہ بی آر ٹی ریڈ لائن کے انتظامی یا عملی دائرہ کار میں شامل نہیں۔ بی آر ٹی ریڈ لائن انتظامیہ نے واضح کیا کہ سوشل میڈیا پر گردش کرنے والا کے ایم سی کے سینئر ڈائریکٹر کا خط حقیقت کے برعکس تاثر پیدا کرتا ہے، جبکہ زمینی صورتحال اس کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ نہ تو واقعے کے مقام پر تعمیراتی سرگرمی ہوئی اور نہ آس پاس۔ بیان میں کہا گیا کہ کے بی آر ٹی کے تمام تعمیراتی کام متعلقہ اداروں سے این او سی حاصل کرنے کے بعد ہی شروع کیے جاتے ہیں اور کھدائی کی صورت میں جگہ کو فوراً بھر کر محفوظ بنایا جاتا ہے۔ پارکنگ ایریا جہاں سانحہ پیش آیا، وہ اسٹور کی ملکیت میں ہے اور بی آر ٹی کے کاموں سے کافی دور ہے، اس لیے اس سانحے کو بی آر ٹی ریڈ لائن پراجیکٹ سے جوڑنا غیر ذمے دارانہ اقدام ہے۔ بی آر ٹی ریڈ لائن انتظامیہ نے مزید بتایا کہ چونکہ بی آر ٹی ریڈ لائن پراجیکٹ ایشیائی ترقیاتی بینک کی معاونت سے چل رہا ہے، اس لیے تعمیراتی مقامات پر سخت حفاظتی اصولوں (OHS) کا اطلاق کیا جاتا ہے اور ان کی مسلسل نگرانی ہوتی ہے۔ پراجیکٹ انتظامیہ نے یقین دلایا کہ وہ تمام فریقوں کے ساتھ تعاون جاری رکھے گی اور تعمیراتی مقامات پر تحفظ کے اعلیٰ معیار برقرار رکھے گی۔

بزنس پوائنٹ
شیخ راشد عالم

ٹیکس نظام، معاشی اصلاحات اور ریاست کی سمت

وفاقی وزیرِ خزانہ محمد اورنگزیب کی حالیہ پریس کانفرنس نے ایک بار پھر قومی معیشت کی بنیادی خرابیوں کو نمایاں کر دیا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ 9 فیصد ٹیکس ٹو جی ڈی پی کے ساتھ ملک نہیں چل سکتا، دراصل برسوں سے جاری مالیاتی تضادات کا نچوڑ ہے۔ ریاست کی مالی سکت کا اندازہ قومی آمدن سے لگایا جاتا ہے اور جب ایک 25 کروڑ آبادی کا ملک محض 9 فیصد ٹیکس ٹو جی ڈی پی پر گزارہ کر رہا ہو تو اس کا نتیجہ بجٹ خسارے، مہنگائی، قرضوں اور کمزور معاشی ڈھانچے کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔

وزیر خزانہ نے درست کہا کہ اگر ریاست نے پائیدار ترقی کرنی ہے تو اسے ٹیکس بنیاد کو بڑھانا ہی پڑے گا، خواہ اس کے لیے کتنی ہی مخالفت کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔

سبسڈی میں کرپشن؛ اصل نقب یہاں لگتی ہے

وزیر خزانہ نے ایک دلچسپ اور اہم جملہ کہا کہ مسئلہ ملازمین کا نہیں بلکہ سبسڈی میں ہونے والی کرپشن کا ہے۔ پاکستان کی بہت سی معاشی بیماریوں کی جڑ یہی ہے۔ ہر سال کھربوں روپے کی سبسڈیز منظور کی جاتی ہیں، مگر ان کا بڑا حصہ ہدف تک پہنچنے کے بجائے مخصوص گروہوں کی جیبوں میں چلا جاتا ہے۔ توانائی، گندم، چینی، کھاد اور پیٹرولیم سبسڈی میں جو بے ضابطگیاں ہوتی رہی ہیں، وہ نہ صرف قومی خزانے کو نقصان پہنچاتی ہیں بلکہ مسابقتی معیشت کی بنیاد بھی کمزور کرتی ہیں۔

اصلاحات کی بات تو ہر حکومت کرتی ہے مگر یہ حقیقت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ سبسڈی کے نام پر ایک طاقتور لابی دہائیوں سے نظام کا حصہ بنی ہوئی ہے۔ اس ڈھانچے کو بدلنا آسان نہیں، مگر اگر حکومت واقعی بدعنوانی کے ان مراکز کو نشانہ بنانے میں سنجیدہ ہے تو یہ اقدام معیشت کے لیے بڑی خبر ہوگی۔

بات بھی حقیقت ہے کہ آئی ایم ایف کے پروگرام کے ساتھ سخت شرائط لازمی آتی ہیں۔ ٹیکس بڑھانے، سبسڈی کم کرنے اور بجلی و گیس کی قیمتیں ایڈجسٹ کرنے جیسے اقدامات عام شہری کو براہ راست متاثر کرتے ہیں۔

یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ موجودہ

شکار رہا ہے، جس کی بڑی وجہ درآمدات کا دباؤ اور برآمدات کی محدود ساخت ہے۔ جب تک برآمدی صنعتوں کو سہولتیں نہیں ملیں گی اور روایتی مصنوعات سے ہٹ کر نئی منڈیاں اور نئے شعبے نہیں بنائے جائیں گے، اس مسئلے کا حل ممکن نہیں۔

ایکسپورٹ ڈویلپمنٹ سرچارج کا خاتمہ دراصل اسی سمت میں ایک قدم سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر برآمد کنندگان کو مسابقت کے مواقع ملتے ہیں تو اس کے نتیجے میں نہ صرف زرمبادلہ بڑھے گا بلکہ روزگار کے مواقع میں بھی اضافہ ہوگا۔

NFC کا آئندہ اجلاس، ایک پیچیدہ مرحلہ

وفاقی وزیر خزانہ نے بتایا کہ آئندہ ہفتے نیشنل فنانس کمیشن (NFC) کا اجلاس ہوگا۔ یہ اجلاس ایک ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب وفاق پہلے ہی مالیاتی دباؤ کا شکار ہے۔ موجودہ NFC ایوارڈ کے تحت قومی وسائل کا بڑا حصہ صوبوں کو جاتا ہے جبکہ دفاع، قرض ادائیگی اور انتظامی اخراجات وفاق کے ذمے رہ جاتے ہیں۔

یہ ایک حساس بحث ہے کہ آیا موجودہ فارمولا بدلنا چاہیے یا نہیں، مگر یہ حقیقت واضح ہے کہ وفاق اور صوبوں کے درمیان مالی ہم آہنگی کے بغیر کوئی بھی اصلاحاتی ایجنڈا کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ٹیکس کا بحران، مسئلہ کہاں ہے؟

پاکستان کی ٹیکس پالیسیوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ نہیں کہ ٹیکسوں کی شرح کم ہے بلکہ اصل خرابی ٹیکس نیٹ کے انتہائی تنگ ہونے میں ہے۔ ہمارے ملک میں رجسٹرڈ ٹیکس دہندگان کی تعداد آج بھی قابلِ رحم ہے۔ آمدن کا بڑا حصہ چند مخصوص سیکٹرز سے لیا جاتا ہے جبکہ بڑی تعداد یا تو ٹیکس ہی نہیں دیتی یا اپنی اصل آمدن چھپا لیتی ہے۔

آئی ایم ایف معاہدہ، ضرورت یا مجبوری؟

پاکستان اور آئی ایم ایف کے درمیان اسٹاف لیول معاہدہ طے پانے کا اعلان یقیناً سرمایہ کاروں اور مارکیٹ کے لیے مثبت اشارہ ہے۔ تاہم یہ

معاشی حالات میں آئی ایم ایف کی مدد ناگزیر تھی۔ زرمبادلہ کے ذخائر کم، درآمدی بل بلند اور قرض ادائیگیوں کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ ایسے ماحول میں بیرونی فنانسنگ کے بغیر معاشی پہیہ زیادہ دیر نہیں چل سکتا تھا۔ لیکن آئی ایم ایف کی شرائط پر عمل درآمد سیاسی طور پر ایک مشکل مرحلہ ہوگا جس کا سب سے بڑا امتحان عام شہری کی برداشت ہے۔

ریکوڈک، امید کا نیا باب؟

پریس کانفرنس کا سب سے حوصلہ افزا حصہ ریکوڈک منصوبے کے حوالے سے دیا گیا بیان تھا۔ یہ منصوبہ اپنی نوعیت میں بے حد اہم ہے کیونکہ اس میں تانبے اور سونے کے عالمی معیار کے ذخائر موجود ہیں۔ یو ایس ایکزم بینک کا دوبارہ فنانسنگ میں شامل ہونا اس بات کی علامت ہے کہ بین الاقوامی مالیاتی ادارے ایک بار پھر پاکستان کے بڑے منصوبوں پر اعتماد ظاہر کر رہے ہیں۔

ریکوڈک ایک طویل المدت منصوبہ ہے، اس کے ثمرات فوری نہیں مل سکیں گے۔ مگر اگر اسے شفافیت اور عالمی معیار کے مطابق مکمل کیا گیا تو یہ واقعی پاکستان کے لیے گیم چینجر ثابت ہو سکتا ہے اور مستقبل میں برآمدات کے نئے راستے کھول سکتا ہے۔

بیرونی کھاتوں کا توازن، معیشت کی ریڑھ کی ہڈی

محمد اورنگزیب نے درست نشاندہی کی کہ ادائیگیوں کا توازن اور کرنٹ اکاؤنٹ کسی بھی معیشت کی پائیداری میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ پاکستان مسلسل کرنٹ اکاؤنٹ خسارے کا

سمت درست، سفر کٹھن

وزیر خزانہ کی گفتگو میں دو چیزیں نمایاں تھیں — ایک حقیقت پسندی اور دوسرا اصلاحات کا عزم۔ پاکستان کی معیشت کو آج ایسے ہی رویے کی ضرورت ہے۔ مگر اصل سوال یہ ہے کہ کیا سیاسی قیادت اس مشکل مگر لازمی راستے پر حکومت کے ساتھ کھڑی ہوگی؟

اقتصادی استحکام صرف بیانات سے نہیں آتا۔ اس کے لیے عملی اقدامات، شفافیت، سخت فیصلے اور سب سے اہم پالیسیوں کے تسلسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان کی معاشی کہانی ایک ایسے چکر میں پھنسی ہوئی ہے جس میں ہر چند سال بعد بحران پھر سر اٹھا لیتا ہے۔ اس چکر کو توڑنے کے لیے ٹیکس نیٹ میں اضافہ، سبسڈی کے غلط استعمال کا خاتمہ، برآمدات کا فروغ اور بجلی کے شعبے کی اصلاحات ناگزیر ہیں۔

اگر حکومت اپنے اعلان کردہ اصلاحاتی ایجنڈے پر بلاخوف اور بلاتعطل آگے بڑھتی ہے تو آنے والے برسوں میں پاکستان ایک زیادہ مضبوط، زیادہ خودمختار اور زیادہ متوازن معیشت کی طرف بڑھ سکتا ہے۔ لیکن اگر اصلاحات سیاسی نعرے بن کر رہ گئیں تو پھر ایک اور بحران ہمارے دروازے پر دستک دے رہا ہوگا۔

ایمازون اور گوگل کا نیا پرائیویٹ کلاؤڈ لنک

پاکستان کے ڈیجیٹل انفراسٹرکچر کے لیے ایک اہم موقع

خصوصی رپورٹ

دنیا بھر میں کاروبار تیزی سے ملٹی کلاؤڈ حکمتِ عملی اختیار کر رہے ہیں، یعنی بیک وقت ایک سے زیادہ کلاؤڈ پلیٹ فارمز کا استعمال۔ اس رجحان کے تناظر میں ایمازون ویب سروسز (AWS) اور گوگل کلاؤڈ نے ایک مشترکہ منیجڈ سروس متعارف کروائی ہے جس کے ذریعے صارفین دونوں پلیٹ فارمز کے درمیان نجی، تیز رفتار اور محفوظ کنکشن قائم کر سکتے ہیں۔ یہ کنکشن عام انٹرنیٹ کو بائی پاس کرتے ہوئے ڈیٹا کی ترسیل میں تاخیر کو کم کرتے ہیں اور ایسے اداروں کو سہولت دیتے ہیں جو اپنے مختلف سسٹمز گوگل اور ایمازون دونوں پر چلاتے ہیں۔

یہ پیش رفت دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی خاص اہمیت رکھتی ہے جہاں متعدد ادارے، بینک، اسٹارٹ اپس اور آئی ٹی کمپنیاں دونوں پلیٹ فارمز کے امتزاج سے سروسز فراہم کر رہی ہیں اور اکثر کمزور کنیکٹیویٹی کے باعث مسائل کا شکار رہتی ہیں۔

پاکستان میں ملٹی کلاؤڈ استعمال، ایک بڑھتا ہوا تقاضا

پاکستانی کاروباری ادارے طویل عرصے سے گوگل اور ایمازون دونوں پر انحصار کرتے آ رہے ہیں۔ گوگل کلاؤڈ زیادہ تر اینالیٹکس، میپنگ، اے آئی سروسز اور ایپلی کیشن ٹولز کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایمازون ویب سروسز ہوسٹنگ، ڈیٹا بیس، ای پی آئی، ادائیگیوں اور بنیادی ایپلی کیشن انفراسٹرکچر کے لیے مقبول ہے۔ تاہم مقامی انٹرنیٹ کی کمزوریوں کے باعث اکثر ڈیٹا ٹریفک پبلک نیٹ ورک سے گزرتی ہے، جس سے نہ صرف رفتار متاثر ہوتی ہے بلکہ انٹر آپریبلٹی، سیکیورٹی اور ریلائیبلٹی کے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ موبائل بینکنگ، ای کامرس اور کلاؤڈ بیسڈ پلیٹ فارمز اکثر سست یا غیر مستحکم محسوس ہوتے ہیں۔ اگر پاکستان کے اداروں کو گوگل اور ایمازون کے درمیان پرائیویٹ، ہائی اسپیڈ لنک دستیاب ہو جائے تو ایپلی کیشنز کی کارکردگی میں خاطر خواہ بہتری آ سکتی ہے۔

بینک، فِن ٹیک اور مالیاتی ادارے سب سے بڑے فائدہ اٹھانے والے پاکستان کے مالیاتی نظام میں ڈیجیٹل ٹرانزیکشنز کا حجم تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ بینک اور فِن ٹیک کمپنیاں اکثر کسٹمر اینالیٹکس، فراڈ ڈیٹیکشن، پراسیسنگ اور بیک اپ کے لیے دونوں پلیٹ فارمز استعمال کرتی ہیں۔

نئے پرائیویٹ لنک کی بدولت:

ڈیٹا ٹرانسفرز زیادہ تیز اور پریڈکٹیبل ہوں گے۔

بیک اپ اور ڈیزاسٹر ریکوری سسٹم بہتر انداز میں کام کریں گے۔

رئیل ٹائم پراسیسنگ، خاص طور پر پیک ٹرانزیکشن آورز میں، زیادہ مستحکم ہو سکے گی۔

بینک مختلف ریگولیٹری تقاضوں کو بہتر طریقے سے پورا کر سکیں گے کیونکہ پرائیویٹ لنک پر سیکیورٹی اور انکرپشن زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

پاکستان کے ڈیجیٹل پیمنٹس کا مستقبل تیزی سے کلاؤڈ پر منتقل ہو رہا ہے، لہٰذا ایسا ہائی اسپیڈ کراس کلاؤڈ رابطہ مالیاتی اداروں کے لیے عملی طور پر ناگزیر ہوتا جا رہا ہے۔

ای کامرس، اسٹارٹ اپس اور آئی ٹی ایکسپورٹرز کو براہِ راست فائدہ

پاکستان کے آن لائن کاروبار اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پہلے ہی غیر مستحکم کنیکٹیویٹی کے چیلنجز سے دوچار ہیں۔ اکثر ای کامرس ویب سائٹس پر:

چیک آؤٹ کے دوران تاخیر

انوینٹری اپڈیٹس میں سلونیس

یوزر ڈیٹا سنک ہونے میں مسائل

بین الاقوامی کلائنٹس کو فائلیں بھیجنے میں رکاوٹیں سامنے آتی ہیں۔

نئے پرائیویٹ لنک کی بدولت:

ڈیٹا فلوز زیادہ قابلِ اعتماد ہوگا۔

رینڈرنگ، اینالیٹکس اور پروسیسنگ کے وقت میں کمی آئے گی۔

سافٹ ویئر ہاؤسز بڑے ڈیٹا سیٹس تیزی سے ٹرانسفر کر سکیں گے۔

آئی ٹی ایکسپورٹرز کے لیے عالمی کلائنٹس کے ساتھ فائل شیئرنگ اور ڈیپلائمنٹس زیادہ آسان ہوں گی۔

پاکستان کی فری لانس معیشت اور اسٹارٹ اپ ایکوسسٹم کو ترقی کا نیا موقع مل سکتا ہے۔

یہ پیش رفت چھوٹے کاروباروں کے لیے بھی فائدہ مند ہے جو اکثر پیچیدہ نیٹ ورک کنفیگریشنز بنانے کے بجائے آسان، منظم اور آٹومیٹڈ حل کو ترجیح دیتے ہیں۔

ٹیلی کام، ڈیٹا سینٹرز اور آئی ایس پیز کے لیے نئی تجارتی راہیں۔ پاکستان کے ٹیلی کام آپریٹرز اور ڈیٹا سینٹر فراہم کنندگان بھی اس رجحان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ایسے ادارے:

ملٹی کلاؤڈ کنیکٹیویٹی سروسز

کراس کلاؤڈ پیئرنگ سلوشنز

منیجڈ ہائبرڈ کلاؤڈ پروڈکٹس

متعارف کر کے نئے ریونیو ماڈلز بنا سکتے ہیں۔

عالمی سطح پر ملٹی کلاؤڈ کنیکٹیویٹی ایک تیزی سے بڑھتا ہوا شعبہ ہے، اور پاکستان میں بھی اس کے لیے مارکیٹ موجود ہے، بشرطیکہ انفراسٹرکچر اور پالیسی سپورٹ میسر ہو۔

لیکن پاکستان کے روایتی مسائل اب بھی راستے میں رکاوٹ

اگرچہ گوگل اور ایمازون کی یہ شراکت ایک بڑی تکنیکی پیش رفت ہے، مگر پاکستان کے بڑے چیلنج — لوکل کنیکٹیویٹی، بین الاقوامی پیئرنگ، محدود انٹرنیٹ بینڈوتھ اور کمزور روٹنگ — اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں۔

پاکستان میں بین الاقوامی ڈیٹا ٹریفک اکثر:

غیر معیاری راستوں سے گزرتی ہے

اوورسیلز بینڈوتھ پر منحصر ہوتی ہے

مختلف انٹرنیٹ ایکسچینج پوائنٹس (IXPs) کے مسائل کا شکار رہتی ہے۔ اسی لیے جب تک ملک کی بنیادی کنیکٹیویٹی بہتر نہیں ہوتی، بین الاقوامی پرائیویٹ لنکس کے فوائد پوری طرح سامنے نہیں آ سکتے۔

قانونی، ریگولیٹری اور ڈیٹا پرائیویسی کی پابندیاں برقرار

اگرچہ نجی کنکشن ڈیٹا سیکیورٹی میں بہتری لاتے ہیں، لیکن:

ڈیٹا پروٹیکشن

سینٹرل بینک کے آؤٹ سورسنگ ضوابط

کراس بارڈر ڈیٹا ٹرانسفر پالیسی

فنانشل سیکیورٹی اسٹینڈرڈز

جیسی پابندیاں برقرار رہتی ہیں۔

کمپنیوں کو اب بھی:

مناسب دستاویزات

انکرپشن

رسک ایویلیوایشن

سیکٹرل ریگولیشنز کی تعمیل

یقینی بنانی ہوگی۔

ریگولیٹری اداروں کی جانب سے واضح اور جامع گائیڈ لائنز اس ٹیکنالوجی کے بہتر استعمال میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

پاکستان کے لیے موقع، بہتر پالیسی، بہتر انفراسٹرکچر اور باہمی تعاون

ایمازون اور گوگل کا مشترکہ کنیکٹیویٹی حل پاکستانی مارکیٹ کے لیے ایک منفرد موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ:

آئی ٹی برآمدات کو مضبوط بنا سکتا ہیڈ یجیٹل بینکنگ کی پرفارمنس بہتر بنا سکتا ہے۔

ای کامرس کے معیار کو عالمی سطح کے قریب لا سکتا ہے۔

حکومتی ڈیجیٹل سروسز کو مستحکم بنا سکتا ہے

لیکن اس سب کے لیے ضروری ہے کہ:

حکومت اور ریگولیٹرز واضح پالیسی گائیڈ لائنز جاری کریں۔ آئی ایس پیز بین الاقوامی پیئرنگ بہتر بنائیں

ڈیٹا سینٹرز جدید کنیکٹیویٹی ماڈلز متعارف کرائیں

بڑے ادارے پائلٹ پروجیکٹس کے ذریعے اس ٹیکنالوجی کو ٹیسٹ کریں۔

اگر عوامی اور نجی شعبہ مل کر پیش قدمی کرے تو پاکستان اس عالمی تبدیلی کو اپنے ڈیجیٹل مستقبل کے لیے ایک طاقتور موقع بنا سکتا ہے۔

کنزیومرواچ رپورٹ

پاکستان کی فرنس آئل برآمدات تاریخ کی بلندترین سطح پر

توانائی کے منظرنامے میں بڑی تبدیلی کا اشارہ

رواں سال پاکستان کی فرنس آئل (فیول آئل) کی برآمدات ملکی تاریخ کی نئی بلندترین سطح پر پہنچ گئی ہیں، جبکہ ماہرین کا کہنا ہے کہ آئندہ برس یہ سلسلہ مزید تیزی سے بڑھے گا۔ حکومت کی جانب سے فرنس آئل پر مقامی ٹیکسوں میں اضافہ، بجلی گھروں کا صاف توانائی کی طرف بڑھتا ہوا رجحان، اور خطے میں ہائی سلفر فیول آئل کی بڑھتی ہوئی فراہمی نے پاکستان کی برآمدات کو غیر معمولی رفتار دی ہے۔

رائٹرز کی رپورٹ کے مطابق صنعتی حلقوں نے تصدیق کی ہے کہ پاکستان نے 2025 میں فرنس آئل کی وہ مقدار برآمد کی ہے جو گزشتہ برسوں کے مقابلے میں ریکارڈ سطح پر ہے۔ اس سال اب تک 14 لاکھ ٹن (تقریباً 89 لاکھ بیرل) ایندھن بیرون ممالک بھیجا جا چکا ہے، جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 16 فیصد زیادہ ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ آنے والے سال میں یہی رجحان برقرار رہے گا یا اس میں مزید اضافہ متوقع ہے۔

کا

زیادہ موقع ملا۔ یہی وجہ ہے کہ 2024 اور 2025 دونوں سال پاکستان کی فیول آئل ایکسپورٹس کے لیے تاریخی ثابت ہو رہے ہیں۔

عالمی مارکیٹ میں ہائی سلفر فیول آئل کی صورتحال

مارکیٹ
میں ٹیکسوں
اور کم طلب کے

پاکستان
میں:
بجلی گھروں کی فرنس
آئل سے دوری بڑھ رہی ہے
مقامی مارکیٹ میں اس کی خرید و
فروخت منافع بخش نہیں رہی

ٹیکس میں اضافہ اور توانائی کے ذرائع کی تبدیلی، ریکارڈ برآمدات کے بنیادی عوامل

پاکستان میں گزشتہ بجٹ کے دوران حکومت نے فرنس آئل پر مقامی سطح کے ٹیکس بڑھا دیے تھے، جس سے مقامی مارکیٹ میں اس کی فروخت کم منافع بخش ہوگئی۔ دوسری طرف ملک میں بجلی پیدا کرنے والے ادارے، جنہیں

پاکستان سے برآمد ہونے والا زیادہ تر فیول آئل ہائی سلفر فیول آئل (HSFO) ہے، جسے عمومی طور پر بڑے بحری جہازوں، کارگو ویسلز اور صنعتی ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ عالمی سطح پر شپنگ انڈسٹری کم سلفر ایندھن کی طرف بڑھ رہی ہے، لیکن ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے کئی خطوں میں اب بھی HSFO کی مانگ

باعث اسے بیچنا ممکن نہیں رہا۔

خطے میں پاکستان کی برآمدات کہاں جا رہی ہیں؟

رپورٹ کے مطابق پاکستان کا زیادہ تر ہائی سلفر فیول آئل جنوب مشرقی ایشیائی ممالک جیسے سنگاپور، ملائیشیا، انڈونیشیا اور مشرق وسطیٰ کے

پہلے فرنس آئل کے ذریعے بجلی تیار کرنے پر انحصار تھا، اب تیزی سے سستے اور صاف متبادل ذرائع جیسے کوئلہ، پانی، ایل این جی، سولر اور ونڈ انرجی کا انتخاب کر رہے ہیں۔

توانائی کے ماہرین کا کہنا ہے کہ گزشتہ پانچ برسوں میں پاکستان کا پاور سیکٹر نمایاں طور پر تبدیل ہوا ہے۔ حکومت کے ریگولیٹری فیصلوں نے فرنس آئل کی طلب کو کم کیا، جس کے نتیجے میں ریفائنریوں کو اپنے زائد اسٹاک بیرون ملک بیچنے

برقرار ہے۔

ریسرچ فرم رائسٹڈ انرجی کی نائب صدر ویلیری پانوپیو کے مطابق مون سون سیزن کے بعد ایشیا میں پہلے ہی ایندھن کی فراہمی بڑھ جاتی ہے، لیکن پاکستان کی طرف سے اضافی برآمدات نے ہائی سلفر فیول آئل کی مارکیٹ میں فراہمی کو مزید بڑھا دیا، جس سے اس کی قیمتوں پر دباؤ بڑھا اور ریٹ کم ہوگئے۔ اس کے باوجود پاکستان کے لیے برآمدات منافع بخش ثابت ہو رہی ہیں کیونکہ مقامی

ممالک کو برآمد کیا گیا۔ یہ خطے اپنی شپنگ انڈسٹری اور انرجی پیداوار کی ضروریات کے لیے بڑی مقدار میں ایندھن درا؟مد کرتے ہیں۔

اعداد و شمار کے مطابق:

2025 میں اب تک 13 لاکھ 30 ہزار ٹن برآمد ہو چکے ہیں۔

2024 میں یہی مقدار 11 لاکھ 10 ہزار ٹن تھی۔

یہ اضافہ ثابت کرتا ہے کہ پاکستان کی

ریفائنریاں عالمی مارکیٹ کی ضرورت اور قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کو کامیابی سے سمجھتے ہوئے اپنی تجارتی حکمت عملی بنا رہی ہیں۔

کون سی ریفائنریاں سب سے آگے رہیں؟

تاجروں کے مطابق 2025 میں سب سے زیادہ فرنس آئل برآمد کرنے والی ریفائنری پاک عرب ریفائنری (PARCO) رہی، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ:

سینرجیکو
اٹک ریفائنری
نیشنل ریفائنری لمیٹڈ (NRL)
پاکستان ریفائنری لمیٹڈ (PRL)

نے بھی نمایاں مقدار میں ایندھن بیرون ملک بھجوایا۔

ملک کی سب سے بڑی ریفائنری سینرجیکو نے بتایا ہے کہ وہ اپنی برآمدات کو مزید بڑھانا چاہتی ہے۔ کمپنی کے نائب چیئرمین اسامہ قریشی نے انکشاف کیا کہ ان کی کمپنی نے 2024-25 میں تقریباً 2 لاکھ 47 ہزار ٹن فرنس آئل برآمد کیا ہے۔ ان کے مطابق ریفائنری اب کم سلفر والے خام تیل کی پروسیسنگ زیادہ کر رہی ہے، جس سے کم سلفر والا فرنس آئل (LSFO) زیادہ مقدار میں تیار ہو رہا ہے اور عالمی مارکیٹ میں اس کی قیمت HSFO کے مقابلے میں بہتر ہوتی ہے۔

سینرجیکو نے بین الاقوامی تجارتی ادارے وِٹول کے ساتھ شراکت داری بھی کر لی ہے، جس کے تحت پاکستانی بندرگاہوں سے کم سلفر والے بحری ایندھن کی بڑی مقدار برآمد کی جائے گی۔

توانائی پالیسی میں تبدیلی، مستقبل کا منظرنامہ

پاکستان آئل کمپنیز ایڈوائزری کونسل کے سیکریٹری جنرل سید نذیر عباس زیدی نے پیش گوئی کی ہے کہ 2026 میں فرنس آئل کی برآمدات میں مزید اضافہ ہوگا۔ یہ بجا طور پر اس لیے کہا جا رہا ہے کہ

صاف اور سستے توانائی ذرائع کی طرف تیزی سے منتقلی جاری ہے

ماہرین کے مطابق پاکستان کے پاور سیکٹر میں آئندہ تین سال میں سولر اور ونڈ انرجی مزید بڑھنے جا رہی ہے، جس سے پاور پلانٹس میں فرنس آئل کے استعمال کا امکان تقریباً ختم ہو جائے گا۔ نتیجتاً ریفائنریاں اپنی پروڈکشن کا بڑا حصہ بیرون ملک بیچنے کو ترجیح دیں گی۔

ریفائنری سیکٹر کے لیے مواقع اور چیلنجز

اگرچہ برآمدات میں اضافے نے ریفائنریوں کے لیے ایک نئی راہ کھول دی ہے، مگر مستقبل میں کچھ چیلنجز بھی سامنے ہیں:

عالمی سطح پر ہائی سلفر ایندھن کی طلب مسلسل کم ہو رہی ہے۔

شپنگ انڈسٹری کم سلفر ایندھن کی طرف بڑھ رہی ہے جس سے HSFO کی قیمتیں مزید کم رہنے کا امکان ہے۔

پاکستان کی ریفائنریوں کو اپ گریڈیشن کی ضرورت پڑے گی تاکہ وہ زیادہ مقدار میں کم سلفر ایندھن تیار کر سکیں۔

تاہم بین الاقوامی کمپنیاں جیسے وِٹول کے ساتھ شراکت داری اور ایشیائی مارکیٹ تک آسان رسائی ریفائنریوں کے لیے ایک بڑا موقع ہے۔

پاکستان کی فرنس آئل برآمدات میں ریکارڈ اضافہ نہ صرف ریفائنری سیکٹر کی بہتر حکمت عملی کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ملک کا توانائی نظام ایک بڑی تبدیلی کے مرحلے سے گزر رہا ہے۔ مقامی طور پر فرنس آئل کی طلب میں نمایاں کمی اور عالمی مارکیٹ میں مخصوص مواقع نے پاکستانی کمپنیوں کو برآمدات کی طرف راغب کیا ہے۔ آنے والے سالوں میں یہ رجحان مزید مضبوط ہو سکتا ہے، بشرطیکہ عالمی طلب برقرار رہے اور پاکستان کی ریفائنریاں ٹیکنالوجی اور معیار میں بہتری لاتی رہیں۔

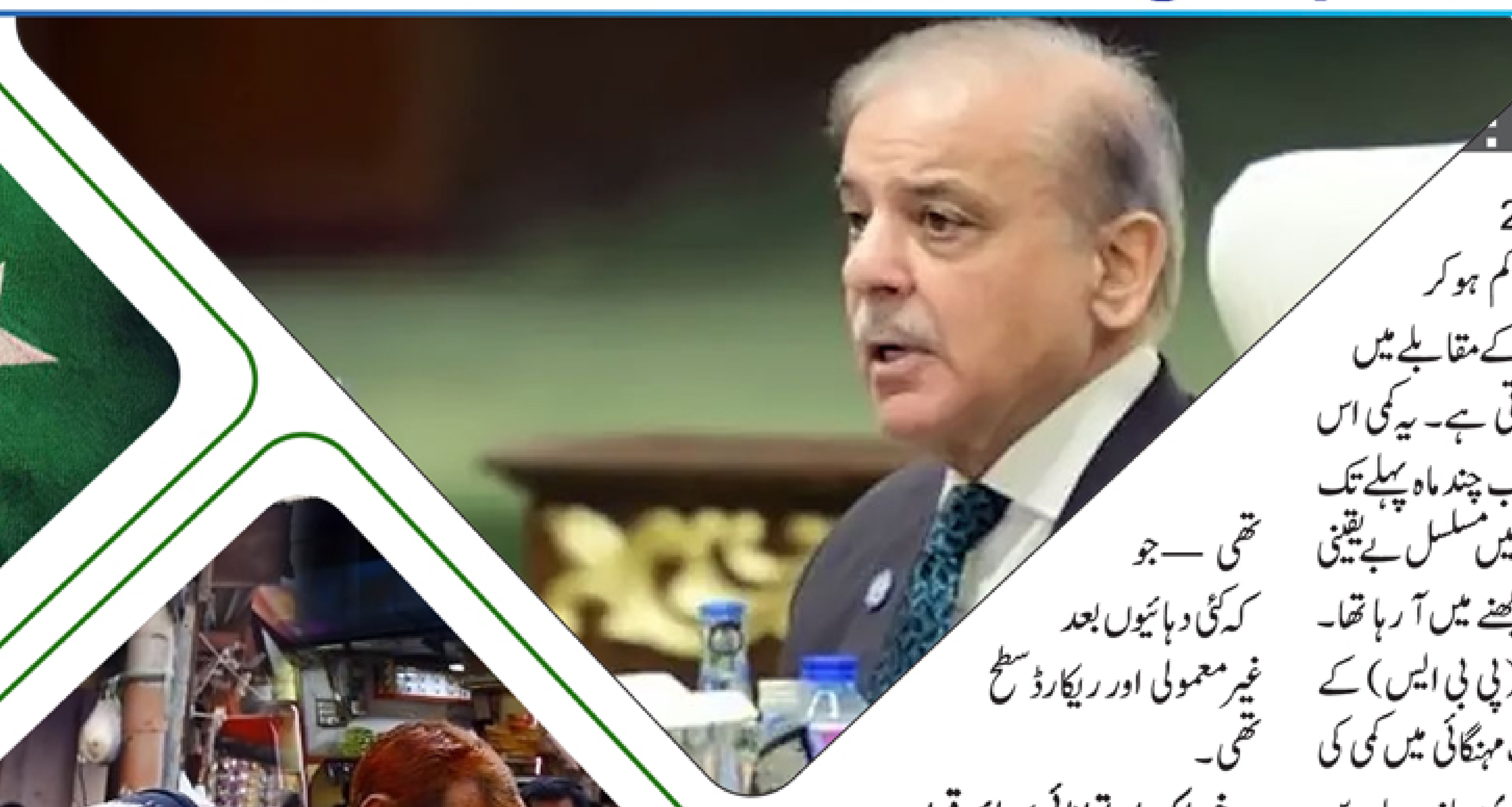

کنزیومر واچ رپورٹ

مہنگائی کی شرح میں کمی
وقتی رجحان یا معاشی استحکام کا اشارہ؟

پاکستان میں نومبر 2025 کے مہینے میں مہنگائی کی شرح کم ہو کر 6.1 فیصد پر آ گئی، جو گزشتہ ماہ کے مقابلے میں معمولی مگر اہم کمی کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ کمی اس پس منظر میں سامنے آئی ہے جب چند ماہ پہلے تک حکومت کے معاشی اعشاریوں میں مسلسل بے یقینی اور قیمتوں میں اتار چڑھاؤ دیکھنے میں آ رہا تھا۔ پاکستان بیورو آف اسٹیٹسٹکس (پی بی ایس) کے تازہ اعداد و شمار اگر ایک طرف مہنگائی میں کمی کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو دوسری جانب ماہرین کے نزدیک یہ کمی عارضی بھی ہو سکتی ہے، کیونکہ خوراک اور توانائی کی قیمتوں کا دباؤ ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوا۔

مہنگائی میں یہ کمی وزارتِ خزانہ کی اس پیش گوئی کے مطابق ہے جس میں کہا گیا تھا کہ نومبر میں مہنگائی 5 سے 6 فیصد کے درمیان رہے گی۔ تاہم حتمی شرح اس ہی اندازے کے قریب مگر کچھ زیادہ رہی۔ معاشی ماہرین کے مطابق یہ بہتر فصلوں کی آمد، عالمی سطح پر ایندھن کی قیمتوں میں کمی اور رسد کے سلسلے میں کچھ بہتری کا نتیجہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ رجحان دیرپا ثابت ہوگا یا نہیں؟

مہنگائی کے اعداد و شمار، ایک نظر میں

پی بی ایس کی رپورٹ کے مطابق اکتوبر میں مہنگائی کی شرح 6.24 فیصد تھی جو نومبر میں کم ہو کر 6.1 فیصد پر آ گئی۔ ماہانہ بنیاد پر ہونے والا اضافہ بھی کم رہا، جو اکتوبر میں 1.8 فیصد تھا جبکہ نومبر میں محض 0.4 فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔

اسی طرح حساس قیمتوں کے اشاریے (SPI) کے مطابق نومبر 2025 میں سالانہ بنیاد پر 4.2 فیصد اضافہ ہوا، جو گزشتہ مہینے کے 4.8 فیصد سے کم ہے۔ اس کے برعکس گزشتہ سال نومبر میں SPI 7.3 فیصد تھا، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ بنیادی ضروریات کی قیمتوں میں اضافہ مجموعی طور پر اب کچھ سست ہوا ہے۔ یہ تمام اعداد و شمار اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ گزشتہ سال کے مقابلے میں مہنگائی کی شدت کافی حد تک کم ہوئی ہے۔ یاد رہے کہ گزشتہ سال کے اسی عرصے میں مہنگائی تقریباً 30 فیصد تک پہنچ گئی تھی — جو کہ کئی دہائیوں بعد غیر معمولی اور ریکارڈ سطح تھی۔

خوراک اور توانائی؛ دباؤ برقرار

اعداد و شمار کے باوجود ایک حقیقت یہ ہے کہ خوراک کی قیمتیں ابھی بھی غیر یقینی صورتحال کا شکار ہیں۔ اگرچہ اس سال گندم، چاول اور سبزیوں کی بہتر پیداوار کا امکان ظاہر کیا جا رہا ہے، مگر حالیہ سیلاب سے ہونے والے نقصانات اور سپلائی چین کے مسائل مکمل طور پر حل نہیں ہوئے۔ پاکستان کا زرعی نظام بارہا موسمی تغیرات سے متاثر ہوتا ہے، اور عارضی سپلائی رکاوٹیں خوراک کی قیمتوں پر فوری اثر ڈالتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مہنگائی کم ہونے کے باوجود صارفین کو روزمرہ خریداری میں واضح فرق محسوس نہیں ہو رہا۔

توانائی کی قیمتوں کی بات کی جائے تو عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں کی کمی نے وقتی ریلیف ضرور فراہم کیا ہے، لیکن اندرون ملک بجلی اور گیس کی قیمتوں کے فارمولے اور گردشی قرضے جیسے مسائل مزید مہنگائی کو اوپر دھکیلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

شرح سود، اسٹیٹ بینک کا محتاط رویہ

اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے حال ہی میں اپنی کلیدی شرح سود (پالیسی ریٹ) کو 11 فیصد پر برقرار رکھا ہے۔ مرکزی بینک کے مطابق مہنگائی آئندہ چند ماہ تک 5 سے 7 فیصد کی حد سے کچھ اوپر رہ سکتی ہے، جس کے بعد اگلے مالی سال میں کمی متوقع ہے۔

شرح سود کو برقرار رکھنے کا فیصلہ دو وجوہات کی بنیاد پر کیا گیا:

مہنگائی کی اعتدال پذیر سطح جو فوری اضافے کا تاثر نہیں دے رہی۔

معاشی نمو میں سست روی، جس کے پیش نظر مزید سخت مانیٹری پالیسی نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔

مرکزی بینک کا محتاط رویہ ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ مہنگائی کم ہوئی ہے، مگر پالیسی ساز اس کے دوبارہ بڑھنے سے بھی خائف ہیں۔ چنانچہ شرح سود میں کمی فوری طور پر نہیں کی گئی تاکہ معاشی منظرنامے میں کسی نئی غیر یقینی لہر کو روکا جا سکے۔

عالمی حالات کا اثر

پاکستان کی معیشت عالمی تیل و خوراک کی قیمتوں سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ گزشتہ برس عالمی منڈی میں افراط زر اور سپلائی چین بحران نے ملکی قیمتوں کو شدید متاثر کیا۔

تاہم 2025 کے دوسرے نصف میں عالمی سطح پر:

- خام تیل کی قیمتوں میں کمی
- روس، یوکرین تنازع کی شدت میں کمی
- شپنگ لاگت میں اعتدال

نے پاکستان سمیت دیگر ترقی پذیر ممالک کو کچھ ریلیف دیا ہے۔

اگر عالمی سطح پر یہ استحکام برقرار رہتا ہے تو پاکستان میں مہنگائی مزید کم ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی عالمی بحران دوبارہ ابھرتا ہے تو پاکستان جیسی درآمدی انحصار رکھنے والی معیشت فوری متاثر ہوگی۔

حکومتی پالیسیاں، مؤثر یا ناکافی؟

مہنگائی میں کمی کا ایک سبب حکومتی سطح پر کچھ انتظامی اقدامات بھی ہیں۔ مثلاً:

- ذخیرہ اندوزی کے خلاف کارروائیاں
- غذائی اجناس کی درآمدات میں تیزی
- اشیائے ضروریہ کے نرخوں کی مسلسل مانیٹرنگ
- یوٹیلیٹی اسٹورز پر سبسڈی کی فراہمی

تاہم یہ اقدامات زیادہ تر عارضی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ پاکستان جیسے ملک میں جب تک زرعی اصلاحات، توانائی شعبے کی بہتری، اور ٹیکس نظام کی اصلاح جیسے بنیادی مسائل حل نہیں ہوتے، مہنگائی کی پائیدار کمی ممکن نہیں۔

عام آدمی پر اثر، ریلیف محدود

اگرچہ مجموعی مہنگائی کم ہوئی ہے، لیکن عام شہری کے لیے ریلیف محدود ہے۔

وجوہات:

- خوراک کی مہنگائی اب بھی بلند ہے
- بجلی اور گیس کے نرخوں میں اضافہ
- ٹرانسپورٹ لاگت کا دباؤ
- تنخواہوں کا نہ بڑھنا

حقیقت یہ ہے کہ خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں پاکستان میں متوسط اور کم آمدنی والا طبقہ مہنگائی کے اثرات زیادہ شدت سے محسوس کرتا ہے۔ اس کی وجہ کمزور سماجی تحفظ، بے روزگاری اور محدود آمدنی میں اضافہ ہے۔

آگے کا راستہ، کیا توقع رکھی جائے؟

معاشی ماہرین کے مطابق اگر عالمی قیمتیں مستحکم رہیں، زرعی پیداوار بہتر ہو، اور حکومت مالیاتی نظم و ضبط پر قائم رہے تو آنے والے مہینوں میں مہنگائی مزید کم ہو سکتی ہے۔

تاہم چند خطرات ابھی بھی موجود ہیں:

- بجلی و گیس ٹیرف میں ممکنہ اضافہ
- درآمدی تجارت میں توازن کی عدم موجودگی
- روپے کی قدر میں اتار چڑھاؤ
- مالیاتی خسارہ

اگر ان خطرات کا ادراک نہ کیا گیا تو مہنگائی دوبارہ اوپر جا سکتی ہے۔

نومبر میں مہنگائی کی شرح 6.1 فیصد تک کم ہونا ایک مثبت خبر ہے، مگر اسے عارضی کامیابی کے طور پر دیکھنا چاہیے۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ مہنگائی گزشتہ سال کے مقابلے میں بہت کم ہو چکی ہے، لیکن پاکستان کی معیشت اس وقت بھی متعدد چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے جو مستقبل میں قیمتوں کے استحکام پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

پالیسی سازوں کے لیے یہ وقت ہے کہ وہ عارضی اقدامات کی بجائے پائیدار معاشی اصلاحات کی طرف جائیں، تاکہ قیمتوں کا بوجھ مستقل طور پر کم ہو اور عام آدمی حقیقی ریلیف محسوس کر سکے۔

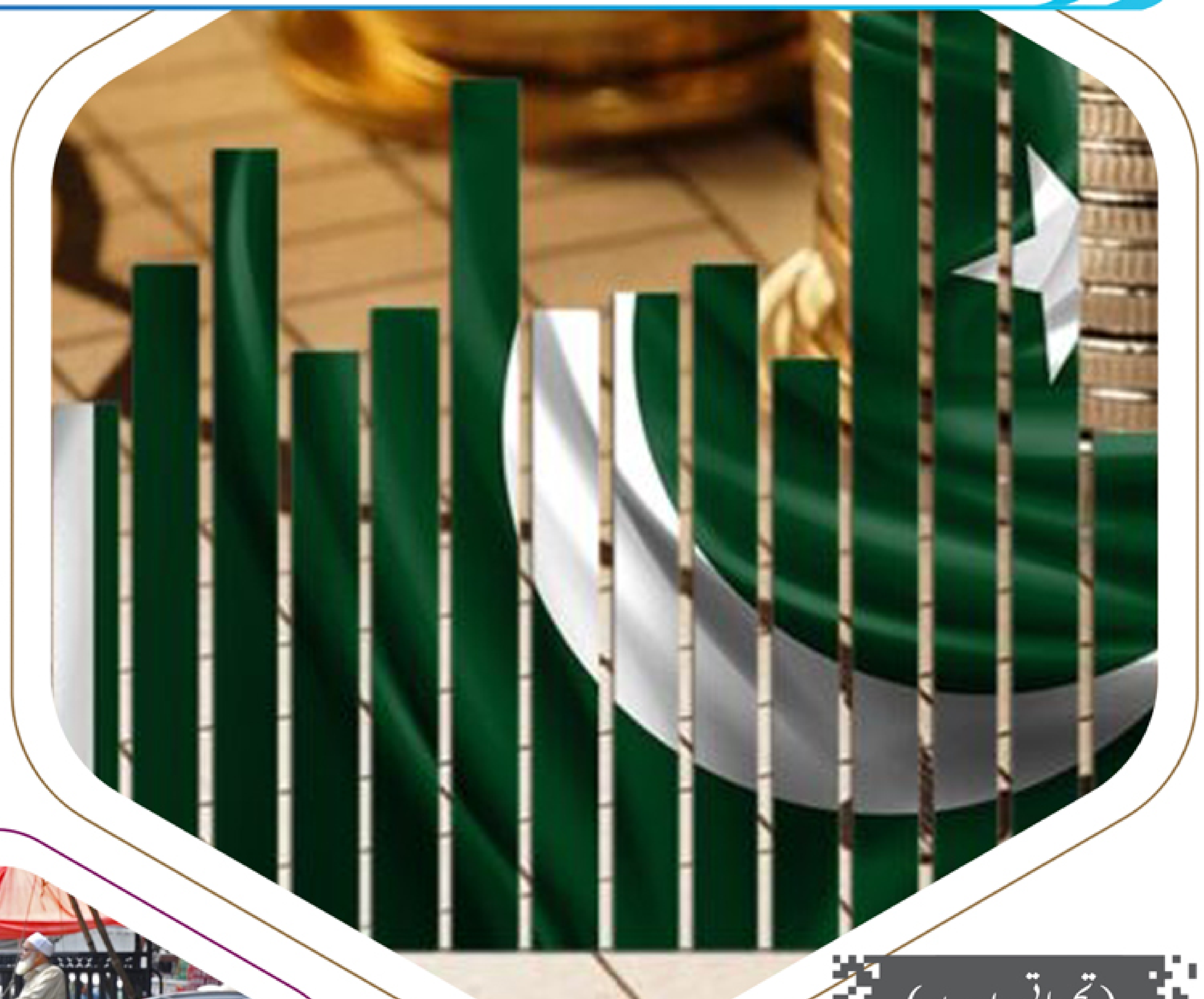

(تجزیاتی رپورٹ)

ملکی معیشت سنبھلنے لگی

مہنگائی اور قرضہ کم، صنعت اور آئی ٹی شعبہ بحال

وزارتِ خزانہ کی جانب سے جاری ماہانہ معاشی آؤٹ لک رپورٹ کے مطابق نومبر میں مہنگائی کی شرح 5 سے 6 فیصد کے درمیان رہنے کا تخمینہ پیش کیا گیا ہے، جو گزشتہ برسوں کے مقابلے میں نمایاں کمی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پاکستان کی معیشت طویل عرصے سے مسلسل دباؤ کا شکار رہی ہے، خصوصاً درآمدی ادائیگیوں، بلند شرح سود، عالمی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ اور مالیاتی نظم و ضبط کے مسائل نے مجموعی معاشی ماحول پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ تاہم حالیہ رپورٹ میں بہت سے اشاریے مثبت سمت کی طرف جاتے دکھائی دے رہے ہیں جو محتاط خوش گمانی کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

مہنگائی میں کمی، ایک بڑی پیش رفت؟

رپورٹ کے مطابق رواں ماہ مہنگائی کی شرح 5 سے 6 فیصد رہنے کی توقع ہے۔ گزشتہ دو سال پاکستان میں مہنگائی کی رفتار 20 سے 30 فیصد کی رینج تک جا پہنچی تھی، جس نے عوامی زندگی کو شدید متاثر کیا۔ اب مہنگائی میں نمایاں کمی ایک اہم معاشی پیش رفت ہے جو چند بنیادی عوامل کی وجہ سے ممکن ہوئی:

عالمی خام تیل کی قیمتوں میں نسبتی کمی
مقامی اشیائے خورونوش کی سپلائی میں بہتری
مالیاتی نظم وضبط کے سخت اقدامات
شرح سود میں بتدریج کمی کی توقع

تاہم خوراک کی قیمتوں پر دباؤ اب بھی موجود ہے، کیونکہ فصلوں کا مجموعی منظرنامہ مکمل طور پر تسلی بخش نہیں۔ ایک طرف کپاس اور بعض اجناس کی پیداوار بہتر ہے، تو دوسری طرف گندم اور چاول کی فصلیں موسمی اثرات کا سامنا کر رہی ہیں۔

زرعی منظرنامہ، چیلنجز کے باوجود بہتری کے امکانات

زرعی شعبہ پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق فصلوں کی صورتحال ''ملا جلا'' رجحان ظاہر کر رہی ہے۔ تاہم حکومت کے معاون اقدامات، جیسے:

کھاد کی دستیابی
زرعی قرضوں میں آسانیاں
پانی کے انتظام میں بہتری
درآمدی پالیسیوں میں توازن

کی وجہ سے ربیع سیزن میں سپلائی کی صورتحال مزید بہتر ہونے کی امید ہے۔

خوراک کی قیمتوں میں استحکام صرف زرعی پیداوار ہی سے ممکن نہیں بلکہ ملکی سپلائی چین کے مضبوط انتظام اور ذخیرہ اندوزی کے خاتمے پر بھی منحصر ہے۔ اگر ان شعبوں میں اصلاحات مؤثر رہیں، تو مہنگائی کے دباؤ میں کمی مزید مستحکم ہو سکتی ہے۔

صنعتی شعبہ LSM کی بحالی

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بڑی صنعت (LSM) کے شعبے میں بہتری سامنے آ رہی ہے۔ گزشتہ ایک سال تک LSM منفی رجحانات کا شکار رہی خاص طور پر ٹیکسٹائل، آٹو، سیمنٹ، اور کیمیکل صنعتیں شدید دباؤ میں تھیں۔

LSM میں حالیہ اضافہ کئی اہم عوامل کی وجہ سے ہوا ہے:

مقامی طلب میں معمولی بحالی
شرح سود میں کمی کی توقعات
درآمدی خام مال پر عائد پابندیوں میں نرمی
توانائی کی قیمتوں میں نسبتاً استحکام
آئی ٹی برآمدات میں اضافہ سے ملنے والا سرمایہ

اگر حکومت توانائی نرخوں میں استحکام برقرار رکھنے میں کامیاب رہی تو صنعتی شعبہ مزید تیزی سے بحال ہو سکتا ہے، جو روزگار کے مواقع بڑھانے میں بھی اہم کردار ادا کرے گا۔

آئی ٹی برآمدات، پاکستان کی نئی معاشی امید

معاشی رپورٹ کے مطابق آئی ٹی برآمدات میں اضافہ ہوا ہے، جو بیرونی کھاتوں میں بہتری لانے کے لیے نہایت اہم پیش رفت ہے۔

پاکستان کی آئی ٹی صنعت تیزی سے ترقی کر رہی ہے، تاہم اس شعبے کے پاس مزید وسعت کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔

رپورٹ میں اضافہ کی وجہ درج ذیل عوامل ہو سکتے ہیں:

فری لانسنگ کی تیز رفتار ترقی
سافٹ ویئر ڈیولپمنٹ اور سروسز کی عالمی طلب
حکومتی ترجیحی اقدامات
ریگولیٹری سہولیات

اگر حکومت اس شعبے میں سرمایہ کاری، ٹیکس اصلاحات، اور ایکسپورٹ پیمنٹ سسٹم میں سہولیات میں اضافہ کرے تو آئی ٹی برآمدات پاکستان کی اقتصادی شہ رگ بن سکتی ہیں۔

عوامی قرضے میں 1371 ارب روپے کمی— کئی سال بعد نمایاں بہتری

وزارتِ خزانہ کے مطابق عوامی قرضہ 1371 ارب روپے کم ہوا ہے، جو گزشتہ پانچ سال میں پہلی بار کسی سہ ماہی میں اتنی نمایاں کمی ہے۔

یہ پیش رفت نہایت اہم ہے کیونکہ:

قرضہ کم ہونا مالی خطرات میں کمی لاتا ہے
سود کی ادائیگیوں کا بوجھ کم ہوتا ہے
مجموعی مالیاتی خسارہ نیچے آتا ہے
کریڈٹ ریٹنگ بہتر ہونے کے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔

قرضوں میں کمی خاص طور پر مہنگے قرضوں کی قبل از وقت ادائیگی کی وجہ سے ممکن ہوئی، جس سے مستقبل میں سودی بوجھ کم ہوگا۔

مالی نظم وضبط اور محصولات میں اضافہ

رپورٹ یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ مالیاتی نظم وضبط میں بہتری آئی ہے اور محصولات کی وصولی میں اضافہ ہوا ہے۔

ایف بی آر کی کارکردگی متعلقہ اصلاحات کی وجہ سے بہتر ہوئی ہے، جن میں:

ڈیجیٹل ٹریک اینڈ ٹریس سسٹم
درآمدی / برآمدی مینجمنٹ میں شفافیت
سیلز ٹیکس نیٹ کا پھیلاؤ
بڑے تاجروں کی رجسٹریشن

اس بہتری کی بدولت حکومت ترقیاتی اخراجات کے لیے بہتر پوزیشن میں آ سکتی ہے، بشرطیکہ اخراجات میں محتاط حکمتِ عملی برقرار رکھی جائے۔

ترسیلاتِ زر، مستقبل میں مثبت رجحان

رپورٹ کے مطابق ترسیلاتِ زر میں اضافہ ہو رہا ہے، جس کا اثر براہ راست زرمبادلہ کے ذخائر اور روپے کے استحکام پر پڑتا ہے۔ اگر حکومت:

بینکاری نظام کے ذریعے ترسیلات بڑھانے
ہنرمند افراد کی برآمد
قانونی حوالہ جات کو سہل بنانے

پر مزید توجہ دے تو آنے والے مہینوں میں بیرونی کھاتوں کی صورتحال مزید بہتر ہو سکتی ہے۔

مجموعی معاشی جائزہ۔ استحکام مگر خطرات موجود

وزارت خزانہ کی رپورٹ بلاشبہ مثبت رجحانات ظاہر کرتی ہے، لیکن ابھی بھی چند بڑے چیلنجز موجود ہیں:

1. خوراک کی قیمتوں میں غیر یقینی صورتحال
موسمی عوامل اور عالمی قیمتوں کا اثر اب بھی خطرات رکھتے ہیں۔

2. توانائی کی قیمتیں
عالمی منڈی میں تیل کے نرخ اگر بڑھتے ہیں تو مہنگائی دوبارہ اوپر جا سکتی ہے۔

3. سیاسی عدم استحکام
اقتصادی پالیسیوں کا مستقبل سیاسی صورتحال سے جڑا ہوتا ہے۔

4. اسٹیٹ بینک کی شرح سود
اگر مہنگائی کم ہوتی ہے تو شرح سود کم ہونے کی توقع ہے، لیکن یہ عمل سست ہو سکتا ہے۔

5. بیرونی قرضوں کی ادائیگیاں
مستقبل قریب میں کئی بڑے قرضے واجب الادا ہیں، جن کے لیے خاطر خواہ زرِمبادلہ درکار ہوگا۔

نتیجہ، معیشت استحکام کی سمت مگر اصلاحات کا تسلسل ضروری

وزارتِ خزانہ کی رپورٹ میں پیش کیے گئے اعداد و شمار اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ پاکستان کی معیشت بتدریج استحکام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ مہنگائی کی رفتار کا کم ہونا، عوامی قرضوں میں کمی، صنعتی سرگرمیوں میں بہتری، اور آئی ٹی برآمدات میں اضافہ یہ تمام رجحانات پاکستان کے لیے مثبت پیغام رکھتے ہیں۔

تاہم یہ بہتری عارضی ثابت ہو سکتی ہے اگر حکومت:

مالیاتی نظم وضبط
زرعی اصلاحات
برآمدات میں تسلسل
توانائی پالیسی میں استحکام
اور سرمایہ کاری کے فروغ

جیسے اقدامات میں مستقل مزاجی دکھانے میں ناکام رہتی ہے۔

پاکستان کی معیشت اس وقت ''محتاط بہتری'' کے مرحلے میں ہے۔ پالیسیوں کا تسلسل، سیاسی استحکام، اور عالمی اقتصادی صورتحال آئندہ چند مہینوں میں فیصلہ کن کردار ادا کریں گے۔

ملکی درآمدات میں تیزی، برآمدات مسلسل دباؤ میں

کنزیومر واچ رپورٹ

رواں مالی سال کے پہلے پانچ ماہ میں پاکستان کے تجارتی اشاریوں میں نمایاں بگاڑ دیکھنے میں آیا ہے، جو نہ صرف معاشی کمزوریوں کی عکاسی کرتا ہے بلکہ مستقبل کی معاشی حکمتِ عملی کے لیے سنجیدہ چیلنجز کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ وفاقی ادارہ شماریات کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق جولائی تا نومبر کے عرصے میں تجارتی خسارہ 37.17 فیصد بڑھ کر 15 ارب 46 کروڑ 90 لاکھ ڈالر تک جا پہنچا۔ یہ اضافہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ ملکی درآمدات میں تیزی آئی ہے جبکہ برآمدات مسلسل دباؤ میں ہیں۔

تجارتی خسارے میں اضافے کی وجوہات

پاکستان میں تجارتی خسارے کے بڑھنے کی بنیادی وجہ درآمدات میں اضافہ اور برآمدات میں کمی ہے۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ جولائی تا نومبر درآمدات میں 13.26 فیصد اضافہ ہوا اور وہ 28 ارب 31 کروڑ 30 لاکھ ڈالر تک پہنچ گئیں۔ یہ اضافہ بظاہر بین الاقوامی منڈیوں میں کم ہوتی قیمتوں، گھریلو طلب میں اضافے اور صنعتی خام مال کی درآمدات سے جڑا ہے۔ تاہم درآمدی انحصار میں اضافہ پاکستان کی معاشی ساخت کی کمزوری کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے، کیونکہ مقامی پیداوار اور برآمدی صنعتیں مطلوبہ رفتار سے ترقی نہیں کر رہیں۔

اس کے برعکس، جولائی تا نومبر برآمدات 6.39 فیصد کمی کے ساتھ 12 ارب 84 کروڑ 40 لاکھ ڈالر تک محدود رہیں۔ برآمدات میں کمی نہ صرف بیرونی منڈیوں میں پاکستانی مصنوعات کی کم طلب کی نشاندہی کرتی ہے بلکہ ملکی برآمدی شعبوں میں جدت، مسابقت اور پیداواری صلاحیت کے فقدان کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

نومبر کے اعداد و شمار: ملا جلا رجحان

نومبر کے مہینے کے اعداد و شمار کچھ مختلف تصویر پیش کرتے ہیں۔ سالانہ بنیاد پر نومبر کا تجارتی خسارہ 32.79 فیصد بڑھا، جبکہ ماہانہ بنیاد پر اس میں 11.86 فیصد کمی ہوئی۔ اس ماہ درآمدات 5 ارب 25 کروڑ 30 لاکھ ڈالر رہیں جبکہ برآمدات 2 ارب 39 کروڑ 80 لاکھ ڈالر رہیں۔

سالانہ بنیاد پر برآمدات میں 15.35 فیصد کمی تشویشناک ہے، جبکہ ماہانہ بنیاد پر 15.80 فیصد کمی اس بات کو مزید سنگین بنا دیتی ہے۔ یہ کمی عالمی معاشی سست روی، خام مال کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ، مقامی سیاسی و معاشی بے یقینی اور توانائی کے مہنگے نرخوں سے جڑی ہو سکتی ہے۔

معاشی اثرات اور چیلنجز

تجارتی خسارہ بڑھنے کا براہ راست اثر ملکی زرمبادلہ کے ذخائر پر پڑتا ہے۔ جب درآمدات برآمدات سے زیادہ ہوں تو ملک کو زیادہ ڈالر خرچ کرنا پڑتے ہیں، جس کے نتیجے میں زرمبادلہ ذخائر دباؤ میں آتے ہیں اور کرنسی کی قدر متاثر ہوتی ہے۔ پاکستان جیسے درآمدی انحصار رکھنے والے ملک کے لیے یہ صورت حال خاص طور پر تشویشناک ہے۔

کرنسی کی قدر میں کمی مہنگائی کو مزید بڑھا دیتی ہے کیونکہ زیادہ تر اشیائے ضروریہ، صنعتی خام مال اور توانائی درآمد کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے۔ اس سے صنعتی لاگت اور صارفین کی مشکلات دونوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ برآمدات کی کمی سے نہ صرف ملکی صنعت متاثر ہوتی ہے بلکہ روزگار کے مواقع بھی کم ہوتے ہیں۔

سیاسی و معاشی عوامل کا کردار

حالیہ مہینوں میں پاکستان کی سیاسی بے یقینی نے بھی معاشی اشاریوں کو منفی طور پر متاثر کیا ہے۔ سرمایہ کاروں کا اعتماد کمزور رہا، جس کا اثر برآمدی صنعتوں پر پڑا۔ بجلی اور گیس کے بڑھتے نرخوں نے پیداواری لاگت میں اضافہ کیا، جبکہ عالمی مارکیٹ میں طلب کم ہونے سے برآمدات کا مسابقتی فائدہ متاثر ہوا۔

اس کے علاوہ، حکومت کی درآمدی پابندیوں اور کرنسی کنٹرول پالیسیوں میں نرمی نے بھی درآمدات میں دوبارہ اضافہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ اقدامات معاشی استحکام کے لیے ضروری سمجھے گئے تھے، مگر ان کا نتیجہ تجارتی خسارے میں اضافے کی صورت میں سامنے آیا۔

عالمی معاشی صورتحال اور پاکستان کی پوزیشن

عالمی سطح پر معاشی سست روی، تیل اور کھاد کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ اور خطے میں جیو پولیٹیکل تناؤ نے بھی پاکستان کی برآمدی کارکردگی کو متاثر کیا ہے۔ ٹیکسٹائل جیسی روایتی برآمدی صنعتیں عالمی طلب میں کمی کی وجہ سے دباؤ کا شکار رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مقامی صنعتوں کو جدید ٹیکنالوجی، بہتر معیار، کم لاگت پیداوار اور نئی منڈیوں تک رسائی جیسے شعبوں میں مزید بہتری کی ضرورت ہے۔

آگے کا راستہ: اصلاحات کی ضرورت

پاکستان کے بڑھتے ہوئے تجارتی خسارے کو کم کرنے کے لیے چند بنیادی اقدامات نہایت ضروری ہیں:

1. برآمدات میں تنوع

صرف ٹیکسٹائل پر انحصار ختم کر کے آئی ٹی، زرعی مصنوعات، انجینئرنگ اشیا اور فوڈ پراسیسنگ جیسے شعبوں کی برآمدات بڑھانے کی ضرورت ہے۔

2. صنعتی پیداواری لاگت کم کرنا

توانائی کی قیمتوں میں کمی، صنعتی زونز میں سہولیات کی فراہمی اور ٹیکس اصلاحات کے ذریعے پیداواری لاگت کم کی جا سکتی ہے۔

3. درآمدی انحصار کم کرنا

مقامی صنعت کو فروغ دے کر درآمدات کا بوجھ کم کیا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر خام مال اور درمیانی درجے کے صنعتی سامان کی مقامی پیداوار پر توجہ دی جائے۔

4. تجارتی معاہدوں کی بہتری

خطے کے ممالک کے ساتھ فری ٹریڈ معاہدوں کا ازسرِنو جائزہ لے کر پاکستانی مصنوعات کو نئی منڈیوں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

5. ایکسپورٹ فنانسنگ میں سہولیات

برآمدی صنعتوں کو بلاسود یا کم شرح سود پر قرضے فراہم کرنا برآمدات کے فروغ میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

رواں مالی سال کے پہلے پانچ ماہ کے اعداد و شمار پاکستان کے لیے معاشی حوالے سے ایک واضح وارننگ ہیں۔ بڑھتا ہوا تجارتی خسارہ، کم ہوتی برآمدات اور بڑھتی درآمدات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ معاشی حکمت عملیوں پر نظرثانی کی جائے۔ اگر بروقت اقدامات نہ کیے گئے تو آنے والے مہینوں میں تجارتی اور مالیاتی دباؤ مزید بڑھ سکتا ہے۔ پائیدار معاشی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ برآمدات بڑھانے، درآمدی انحصار کم کرنے اور صنعتی لاگت کم کرنے پر خصوصی توجہ دی جائے، تاکہ پاکستان کا تجارتی توازن بتدریج بہتر ہو سکے۔

مسابقتی کمیشن پاکستان کی کارروائی:
شوگر سیکٹر میں مبینہ ساز باز کا سنگین معاملہ

کنزیومر واچ رپورٹ

پاکستان کی معیشت میں شوگر سیکٹر نہایت اہم مقام رکھتا ہے۔ یہ شعبہ نہ صرف لاکھوں کسانوں کی معاشی سرگرمی کا محور ہے بلکہ اس سے وابستہ صنعتوں، تجارت اور خوراک کے پورے نظام پر بھی اس کے اثرات پڑتے ہیں۔ تاہم اس شعبے میں برسوں سے اجارہ داری، قیمتوں میں ہیرا پھیری، اثر و رسوخ کا استعمال اور پالیسی سازی میں من مانی جیسے مسائل نمایاں رہے ہیں۔ اسی تناظر میں جب حال ہی میں مسابقتی کمیشن پاکستان (سی سی پی) نے پنجاب کی 10 شوگر ملوں کو مبینہ ساز باز پر شوکاز نوٹس جاری کیے، تو یہ معاملہ ملک کے معاشی اور ریگولیٹری ماحول کے لیے ایک اہم پیش رفت قرار دیا جا رہا ہے۔

پس منظر اور معاملے کی نوعیت

سی سی پی کی ابتدائی تحقیق کے مطابق پنجاب کی 10 شوگر ملوں کے نمائندگان نے 10 نومبر کو فاطمہ شوگر ملز کی میزبانی میں ایک اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس میں دو اہم فیصلے کیے گئے:

گنے کی کٹائی کے آغاز کی تاریخ 28 نومبر مقرر کرنا۔

گنے کی خریداری قیمت 40 کلوگرام کے لیے 400 روپے طے کرنا۔

یہ دونوں فیصلے کسانوں اور گنے کی مارکیٹ پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ حکومتِ پنجاب کی جانب سے گنے کی کرشنگ سیزن کے آغاز کی مقرر کردہ تاریخ 15 نومبر تھی، تاہم شوگر ملوں نے باہمی مشاورت سے اس تاریخ کو 13 دن آگے بڑھا دیا۔ اس تاخیر سے نہ صرف کسانوں کی فصل کھیتوں میں کھڑی رہی، بلکہ پیرائے میں دیکھا جائے تو اس سے کسانوں کو مالی نقصان بھی ہوا، کیونکہ دیر سے کٹائی گنے کے وزن اور معیار دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

دوسری جانب، گنے کی قیمت مشترکہ طور پر مقرر کرنا مسابقتی قانون کی صریح خلاف ورزی ہے۔ گنے کی قیمت مارکیٹ کی طلب اور رسد کے مطابق، کسان اور مل کے درمیان انفرادی بنیادوں پر طے ہونی چاہیے، لیکن ملوں نے اجتماعی طور پر اسے 400 روپے فی 40 کلو مقرر کیا، جس سے آزادانہ مقابلہ متاثر ہوا۔

قانونی حیثیت اور سی سی پی کا موقف

کمپٹیشن ایکٹ 2010 کا سیکشن 4 واضح طور پر قیمتوں کے تعین میں کسی بھی قسم کی باہمی ہم آہنگی یا معاہدے کو غیر قانونی قرار دیتا ہے۔ اس قانون کا مقصد یہ یقینی بنانا ہے کہ مارکیٹ میں کارٹیل سازی، مارکیٹ کنٹرول اور مسابقت کو ختم کرنے والے اعمال کو روکا جائے۔

سی سی پی کے مطابق مذکورہ اجلاس میں شریک ملیں— جن میں فاطمہ شوگر ملز، شیخو شوگر ملز، تھل انڈسٹریز کارپوریشن، تاندلیانوالہ شوگر ملز (رحمان ہجرہ یونٹ)، جے کے ون شوگر ملز، اشرف شوگر ملز اور کشمیر شوگر ملز شامل تھیں — نے اجتماعی فیصلے کر کے مارکیٹ پر غیر قانونی اثر ڈالا۔ مزید براں، سراج شوگر ملز، ٹو اسٹار شوگر ملز اور حق بہو شوگر ملز بھی آن لائن اجلاس میں شامل تھیں، جس سے شواہد مزید مضبوط ہوئے۔

سی سی پی نے نوٹ کیا کہ شوگر مل مالکان اور کسانوں کے درمیان طاقت کا توازن یکسر مختلف ہے۔ شوگر ملیں طاقتور گروہ سمجھے جاتے ہیں جبکہ لاکھوں کسان انفرادی طور پر قیمتوں کے تعین میں بہت کم اثر رکھتے ہیں۔ ایسے میں قیمتوں کی اجتماعی تعیین کسانوں کے لیے نقصان دہ اور مقابلے کے ضوابط کے منافی ہے۔

گنے کے نرخ اور کسانوں کا نقطہ نظر

پاکستان کے زرعی ڈھانچے میں گنا ایک اہم فصل ہے۔ کسان سال بھر کی محنت کے بعد گنا تیار کرتا ہے، لیکن جب کٹائی کا وقت آتا ہے تو ملوں کا رویہ، قیمتوں کی اعلانیہ یا غیر اعلانیہ حد بندی اور کرشنگ میں تاخیر اکثر کسانوں کو شدید مشکلات سے دوچار کرتی ہے۔

مشترکہ طور پر قیمت 400 روپے طے کرنے سے کسانوں کا استحصال ہونے کا خطرہ بڑھتا ہے۔ بعض علاقوں میں نجی طور پر گنے کی قیمت اس سے زیادہ بھی دی جاتی ہے، مگر اجتماعی قیمت بندی کی وجہ سے کسان کے پاس کم قیمت قبول کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچتا۔ چونکہ گنے کی فصل کو طویل عرصے کھیت میں رکھنا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے کسان مجبور ہو کر مقررہ قیمت پر گنا فروخت کر دیتا ہے۔

کرشنگ سیزن میں تاخیر کا نقصان بھی اپنی جگہ اہم ہے۔ گنے کی دیر سے کٹائی سے شوگر ریکوری کم ہوتی ہے اور گنا خشک ہونے لگتا ہے، جس سے کسان کو کم پیسے ملتے ہیں جبکہ شوگر ملیں اپنی مرضی سے سیزن شروع کر کے منافع کو ترجیح دیتی ہیں۔

اجتماعی فیصلوں کے معاشی اثرات

جب کسی بھی صنعت کے کھلاڑی ساز باز کے ذریعے فیصلے کرتے ہیں، تو اس سے مارکیٹ سسٹم کمزور ہوتا ہے۔ اس کیس میں درج ذیل اثرات نمایاں ہیں:

مارکیٹ میں شفافیت کا خاتمہ:
قیمتوں کے اجتماعی تعین سے آزادانہ مقابلہ ختم ہو جاتا ہے، اور مارکیٹ کی حقیقی طلب و رسد کا عکس نظر نہیں آتا۔

کسانوں کا استحصال:
قیمتیں نیچے رکھ کر ملیں اپنی لاگت کم کرتی ہیں جبکہ کسانوں کو کم منافع ملتا ہے۔

چینی کی قیمتوں پر بالواسطہ اثر:
اگر شوگر ملیں سیزن تاخیر سے شروع کرتی ہیں تو بعد میں سپلائی کم ہونے کی وجہ سے چینی کی قیمتوں میں اضافہ ممکن ہے، جس کا بوجھ براہ راست عوام پر پڑتا ہے۔

قانون اور ریگولیٹری اداروں کی کمزوری:
اگر اس طرح کی ساز باز جاری رہے تو مسابقتی ماحول تباہ ہو جاتا ہے اور سرمایہ کاری کے لیے ماحول غیر مستحکم ہو جاتا ہے۔

سی سی پی کی آئندہ کارروائی اور ممکنہ نتائج

سی سی پی نے تمام ملوں سے 14 دن میں جواب طلب کیا ہے۔ اگر شوگر ملز کی جانب سے مطمئن کرنے والے دلائل پیش نہ کیے گئے تو سی سی پی بھاری جرمانے عائد کر سکتی ہے۔ کمپٹیشن ایکٹ کے تحت ایسی خلاف ورزیوں پر کمپنیوں کو سالانہ ٹرن اوور کے 10 فیصد تک جرمانہ کیا جا سکتا ہے، جبکہ اگر ساز باز ثابت ہو جائے تو سی سی پی مزید سخت پابندیاں بھی لگا سکتی ہے۔

یہ اقدام پاکستان کی انڈسٹریل پالیسی اور مسابقتی نظام کے لیے اہم ہے کیونکہ اگر ریگولیٹری ادارے مضبوط کردار ادا کریں گے تو مارکیٹ زیادہ شفاف اور طاقت کے غیر منصفانہ استعمال سے پاک ہو سکتی ہے۔

شوگر سیکٹر ہمیشہ سے پاکستان کی سیاست، معیشت اور زرعی نظام میں خاص اہمیت رکھتا ہے، لیکن یہی اہمیت اس میں مسلسل مداخلت، ساز باز اور اجارہ داری کی فضا کو جنم دیتی رہی ہے۔ سی سی پی کا حالیہ اقدام بظاہر ایک قانونی کارروائی ہے، مگر اس کے اثرات بہت دور رس ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کارروائی کے نتیجے میں ساز باز کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور کسانوں کو بہتر قیمت ملنے کی راہ ہموار ہوتی ہے، تو اس کا فائدہ پورے معاشی نظام کو پہنچے گا۔

پاکستان کو ایک ایسی مارکیٹ کی ضرورت ہے جہاں نہ صرف صنعت کار بلکہ کسان اور صارف بھی منصفانہ معاملے کے مستحق ہوں۔ یہی وہ راستہ ہے جو ملکی معیشت کو مضبوط، شفاف اور پائیدار بنا سکتا ہے۔

حکومت کا کام نوکریاں دینا نہیں

وزیر خزانہ کے بیان نے ایک نئی بحث چھیڑ دی

کنزیومر واچ رپورٹ

اسلام آباد سے کراچی تک پھیلے معاشی مباحث میں حالیہ دنوں ایک بنیادی نکتہ نمایاں ہو کر سامنے آیا ہے: پاکستان کا معاشی ماڈل اپنی موجودہ صورت میں نہ تو پائیدار ہے اور نہ ہی 25 کروڑ آبادی کا بوجھ اٹھانے کے قابل۔ وزیر خزانہ سینیٹر محمد اورنگزیب کا یہ کہنا کہ حکومت کا کام نوکریاں دینا نہیں ایک نئی بحث کا آغاز کرتا ہے۔ ان کے مطابق نئی دنیا میں نوجوانوں کے لیے اسکلنگ، ری اسکلنگ، آئی ٹی معیشت اور فری لانسنگ ہی ترقی کا راستہ ہیں۔ مگر یہ نقطہ نظر ملک کی موجودہ معاشی و سماجی حقیقتوں سے کتنا ہم آہنگ ہے؟ یہی وہ سوال ہے جو آئی بی اے کراچی کے حالیہ سیمینار میں بار بار اٹھایا گیا۔

معاشی گراوٹ اور پالیسی سمت کا بحران

آئی بی اے کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر ایس اکبر زیدی نے اپنے خطاب میں پاکستان کی معاشی صورتحال کو ''تیزی سے گرتی ہوئی'' قرار دیا۔ ان کے مطابق تمام بڑے معاشی اشاریے غلط سمت میں جا رہے ہیں۔ نہ صنعتی پیداوار مستحکم ہے، نہ برآمدات، نہ غیر ملکی سرمایہ کاری، اور نہ ہی روزگار کے مواقع۔

دنیا بھر میں حکومتیں نجی شعبے کو سازگار ماحول فراہم کرتی ہیں تاکہ روزگار کے دروازے کھلیں، لیکن پاکستان میں نجی سرمایہ کار مسلسل بے یقینی اور پالیسیوں کے عدم تسلسل کے سبب سرمایہ بیرونِ ملک منتقل کر رہے ہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے اسپیشل انویسٹمنٹ فسیلیٹیشن کونسل (SIFC) کے اعلیٰ حکام بھی تسلیم کر چکے ہیں۔

ہیومن ڈیولپمنٹ انڈیکس: ایک تلخ حقیقت

پاکستان کا ہیومن ڈیولپمنٹ انڈیکس میں 168 واں نمبر ہونا محض اعداد و شمار کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک اجتماعی ناکامی کی کہانی ہے۔ صحت، تعلیم اور

انسانی وسائل میں مسلسل کم سرمایہ کاری نے معاشرے کو ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں ''نئی معیشت'' یا ''ڈیجیٹل انقلاب'' کی باتیں زمینی حقیقتوں سے دور محسوس ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر زیدی کے مطابق پاکستان آج وہاں کھڑا ہے جہاں جنوبی کوریا 50 سال پہلے تھا — لیکن فرق یہ ہے کہ جنوبی کوریا نے تعلیم، تحقیق، ٹیکنالوجی اور صنعتی ترقی پر طویل المدتی منصوبہ بندی کے ساتھ پیش قدمی کی۔ پاکستان اب تک ایسی سمت کا تعین نہیں کر سکا۔

آبادی کی رفتار: سب سے بڑا دباؤ

ورلڈ بینک کی کنٹری ڈائریکٹر ڈاکٹر بولورما امگابازار نے نشان دہی کی کہ پاکستان کی 60 فیصد آبادی 30 سال سے کم عمر ہے۔ یہ نوجوان ملک کا سب سے قیمتی اثاثہ ثابت ہو سکتے ہیں، مگر صرف اُس صورت میں جب انہیں تعلیم، ہنر، مواقع اور معاشی راستے فراہم کیے جائیں۔

لیکن صورتحال اس کے بالکل برعکس ہے۔

ہر سال 35 لاکھ نوجوان روزگار کی تلاش میں مارکیٹ میں داخل ہو رہے ہیں، مگر صنعت، زراعت، سروس سیکٹر اور سرکاری اداروں میں نئی ملازمتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ نتیجے میں بے روزگاری کی شرح 7.1 فیصد تک پہنچ چکی ہے، جو 2004 کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ شرح حقیقت میں اس سے بھی کہیں زیادہ ہے کیونکہ دیہی علاقوں اور غیر رسمی شعبے میں بے روزگاری کو درست طور پر رپورٹ نہیں کیا جاتا۔

معاشی ڈھانچہ اور اس کے تضادات

اسٹیٹ بینک کے گورنر پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ پاکستان کا موجودہ معاشی ڈھانچہ 25 کروڑ افراد کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

اس ڈھانچے میں:

کم ٹیکس نیٹ

کمزور برآمدات

بڑھتا ہوا درآمدی انحصار

پیداواری صلاحیت میں جمود

دستاویزی معیشت کی کمی

اور نجی شعبے کی کمزور سرمایہ کاری

جیسے عناصر شامل ہیں۔

معاشی ماہر ڈاکٹر علی چیمہ نے ایک نہایت اہم نکتہ اٹھایا کہ ''بڑھتی ہوئی آبادی پر قابو پائے بغیر کوئی معاشی ماڈل کامیاب نہیں ہو سکتا''۔ ان کے مطابق پاکستان کی پیداواری معیشت اس رفتار سے ترقی نہیں کر رہی جس رفتار سے آبادی بڑھ رہی ہے۔

فی کس آمدن کا علاقائی موازنہ

ڈاکٹر حنید مختار کے مطابق پاکستان کی فی کس آمدن آج بھارت سے 71 فیصد اور بنگلادیش سے 53 فیصد کم ہے۔ یہ موازنہ محض اقتصادی پوزیشن ظاہر نہیں کرتا بلکہ معاشرتی ترقی کے ایک بڑے خلا کی نشاندہی کرتا ہے۔

پاکستان کی معاشی تاریخ میں ایک وقت تھا جب پاکستانی معیشت بھارت اور بنگلادیش دونوں سے آگے تھی، لیکن پالیسیوں میں عدم تسلسل، کم سرمایہ کاری، ناقص حکمرانی اور آبادی کے بے قابو دباؤ نے ترقی کے اس سفر کو سست ترین بنا دیا۔

وزیر خزانہ کا نقطہ نظر: نئی مہارتیں یا نئی ملازمتیں؟

وزیر خزانہ نے سیمینار میں نوجوانوں کی اسکلنگ اور ری اسکلنگ کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ آئی ٹی سیکٹر اور فری لانسنگ نوجوانوں کے لیے روزگار کے نئے دروازے کھول رہی ہے۔ یہ بات کسی حد تک درست ہے، لیکن چیلنج یہ ہے کہ:

- پاکستان کے صرف 30 سے 35 فیصد نوجوان ڈیجیٹل مہارتوں سے واقف ہیں۔

- فری لانسنگ سے حاصل ہونے والی آمدن غیر یقینی اور محدود ہے۔

- ٹیکنالوجی سیکٹر اتنا بڑا نہیں کہ لاکھوں نوجوانوں کو کھپا سکے۔

- آئی ٹی ایکسپورٹس بڑھانے کے لیے عالمی معیار کی تعلیم، ریگولیشنز اور ڈھانچہ درکار ہے۔

لہٰذا صرف آئی ٹی یا فری لانسنگ کو بے روزگاری کا واحد حل قرار دینا حقیقت پسندانہ نہیں۔

نجی شعبہ اور ریاست: ذمہ داری کس کی؟

پاکستان میں ایک عمومی غلط فہمی یہ ہے کہ حکومت روزگار پیدا کرے۔ جدید معاشی ماڈل میں روزگار نجی شعبہ پیدا کرتا ہے۔

لیکن نجی شعبے کے لیے جن بنیادی شرائط کی ضرورت ہے جیسے پالیسی تسلسل، کاروباری آسانی، شفافیت، انصاف اور معاشی استحکام وہ پاکستان میں شدید طور پر کمزور ہیں۔

چنانچہ وزیر خزانہ نے اگرچہ یہ کہہ کر نئی بحث چھیڑی ہے کہ *''حکومت کا کام نوکریاں دینا نہیں''*، لیکن سوال یہ ہے کہ:

کیا حکومت نجی شعبے کے لیے وہ سازگار ماحول فراہم کر رہی ہے جو روزگار تخلیق کے لیے ضروری ہے؟

آگے کا راستہ: چند ضروری اقدامات

.1 آبادی کی منصوبہ بندی

کم شرحِ پیدائش کے بغیر کوئی معاشی ماڈل کامیاب نہیں ہو سکتا۔

.2 تعلیم اور ہنر کا نیا نظام

عالمی مارکیٹ کی ضرورت کے مطابق ویلیو ایڈڈ اسکلز متعارف کرانا ہوں گے۔

.3 پالیسیوں میں تسلسل اور یکسانیت

سرمایہ کار سب سے پہلے پیش گوئی اور استحکام دیکھتا ہے۔

.4 ٹیکس اصلاحات اور معیشت کی دستاویزی شکل

کم ٹیکس نیٹ کے ساتھ ریاستی ڈھانچہ نہیں چل سکتا۔

.5 مقامی اور غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے سازگار ماحول

سیکیورٹی، قانون کی بالادستی، اور کاروباری آسانی بنیادی شرائط ہیں۔

.6 برآمدات میں تنوع

ٹیکسٹائل پر انحصار کم کر کے انجینئرنگ، آئی ٹی اور ویلیو ایڈڈ مصنوعات پر توجہ دینا ہوگی۔

پاکستان اس وقت ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے۔ ایک طرف نوجوانوں کی بڑی آبادی ہے، جو مواقع ملنے کی صورت میں ملک کو ترقی کی بلندیوں تک لے جا سکتی ہے، اور دوسری طرف معاشی بدحالی ہے جو یہ خدشہ پیدا کرتی ہے کہ یہ نوجوان مستقبل میں بے روزگار اور مایوس نسل بن سکتی ہے۔

وزیر خزانہ نے اگرچہ اسکلنگ اور فری لانسنگ کی اہمیت پر زور دیا ہے، لیکن زمینی حقیقت یہ ہے کہ محض مہارتیں کافی نہیں ہوتیں — جب تک معیشت خود ترقی نہ کرے اور روزگار کے وسیع دروازے نہ کھلیں۔

پاکستان کو اب فوری اور سخت اصلاحات کی ضرورت ہے، ورنہ معاشی زوال کا سفر مزید تیز ہو جائے گا اور 25 کروڑ آبادی کا بوجھ اٹھانا ریاست کے لیے ناممکن ہوتا جائے گا۔

یہ وقت سنجیدہ پالیسی سمت کے تعین کا ہے عمل اور حکمت عملی کے بغیر صرف بیانات قوم کے مسائل حل نہیں کر سکتے۔

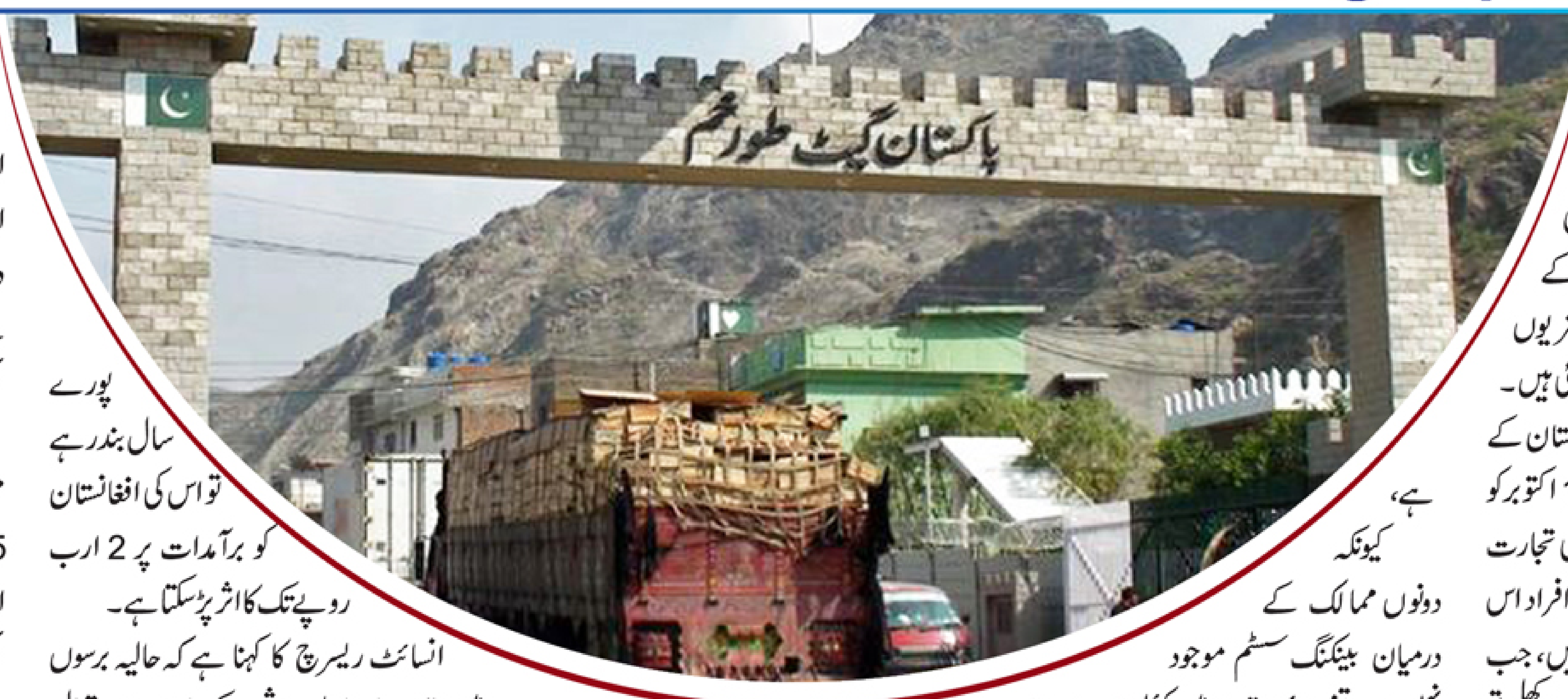

پاک افغان سرحد کی بندش سے تجارتی سرگرمیاں شدید متاثر

سیمنٹ، ادویات، پھل اور سبزیوں سمیت متعدد اہم صنعتیں بحران کا شکار

کنزیومرواچ رپورٹ

پاک افغان سرحد کی بندش نے دونوں ممالک کے درمیان تجارتی سرگرمیوں کو شدید متاثر کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں سیمنٹ، ادویات، پھل اور سبزیوں سمیت متعدد اہم صنعتیں بحران کا شکار ہوگئی ہیں۔

رپورٹ کے مطابق پاکستان اور افغانستان کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی کے بعد 11 اکتوبر کو سرحد بند ہونے سے دونوں ممالک کی تجارت شدید متاثر ہوئی ہے، مختلف کاروباری افراد اس صورتحال کو مختلف انداز سے دیکھ رہے ہیں، جب کہ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر سرحد جلد نہ کھلی تو پاکستان کی برآمدات پر مزید دباؤ بڑھ جائے گا۔

کچھ ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کہ بارڈر بند ہے، کیونکہ دونوں ممالک کے درمیان بینکنگ سسٹم موجود نہیں اور اتنی بڑی مقدار میں کوئلہ اس راستے سے لانا بھی ممکن نہیں، افغانستان پاکستان کی مجموعی سیمنٹ برآمدات کا تقریباً 7 فیصد حصہ خریدتا ہے۔

برآمدات میں سے تقریباً 18 کروڑ 70 لاکھ ڈالر صرف ادویات پر مشتمل ہیں۔

پورے سال بند رہے تو اس کی افغانستان کو برآمدات پر 2 ارب روپے تک کا اثر پڑ سکتا ہے۔

انسائٹ ریسرچ کا کہنا ہے کہ حالیہ برسوں میں متعدد بار بارڈر بندش کے باوجود، صورتحال اس وقت سنگین ہو چکی ہے کیونکہ افغانستان نے پاکستان سے ادویات کی درآمد پر 3 ماہ کی پابندی

عائد کر دی ہے، پانچ بڑی فارما کمپنیوں کی افغانستان کو برآمدات ان کی مجموعی آمدنی کا 1.9 فیصد سے 8.1 فیصد تک بنتی ہیں، جب کہ چند کمپنیوں کی ایکسپوژر 1 فیصد سے بڑھ کر 5 4 فیصد تک ہے۔

پاکستان افغانستان جوائنٹ چیمبر آف کامرس کے سابق صدر قاضی زاہد حسین کے مطابق سرحد بند ہونے کی وجہ سے تقریباً 700 سے 750 کنٹینرز چمن پر اور 350 سے 400 کنٹینرز طورخم بارڈر پر پھنسے ہوئے ہیں۔

اسی طرح 9 ہزار سے زیادہ کنٹینرز مختلف پاکستانی بندرگاہوں پر کلیئر ہونے کا انتظار کر رہے ہیں، ان میں سے 500 سے زائد کنٹینرز آرمینیا، آذربائیجان اور قازقستان جیسے CIS ممالک بھیجے جانے تھے، جو اب تاخیر کا شکار ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ غیر رسمی چینلز کے ذریعے ادویات کی برآمد، قانونی چینلز کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے، خیبر پختونخوا کے اسٹیک ہولڈرز اس سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں، کیونکہ افغان خریدار وہیں آ کر ادویات خرید کر لے جاتے ہیں۔

برآمد کنندگان اپنی یونٹس میں تیار شدہ ادویات کے اسٹاک کے جمع ہونے پر پریشان ہیں، جو بارڈر کھلنے کا انتظار کر رہے ہیں، اگر صورتحال برقرار رہی تو ادویات کو مقامی مارکیٹ میں بھیجا جا سکتا ہے، لیکن افغانستان کے لیے تیار کی گئی بہت سی ادویات پاکستان میں استعمال ہی نہیں ہوتیں۔

ٹاپ لائن سیکیورٹیز کے مطابق سیریل پاکستان نے بتایا کہ اگر بارڈر

ٹاپ لائن سیکیورٹیز کے مطابق ڈی جی خان سیمنٹ نے بتایا کہ اس وقت درآمدی کوئلہ 90 سے 100 ڈالر فی ٹن کے درمیان مل رہا ہے اور بارڈر بند ہونے کے باعث کمپنی اسی درآمدی کوئلے پر انحصار کرتی رہے گی، کیونکہ افغان کوئلہ استعمال نہیں ہو رہا، کچھ سیمنٹ کمپنیاں آر بی 2 نامی درمیانی کوالٹی کا کوئلہ بھی درآمد کر رہی ہیں، جو قیمت کے لحاظ سے بہتر سمجھا جا رہا ہے۔

انسائٹ ریسرچ کے مطابق سیمنٹ کی وہ کمپنیاں جن کی زیادہ برآمدات افغانستان جاتی تھیں، وہ سب سے زیادہ متاثر ہو رہی ہیں، ان میں چیراٹ سیمنٹ، فوجی سیمنٹ اور میپل لیف شامل ہیں، ان کی افغانستان کو برآمدات بالترتیب 9.8 فیصد، 5.8 فیصد اور 3.1 فیصد آمدنی پر مشتمل تھیں۔

ادویات

پاکستان فارماسیوٹیکل مینوفیکچررز ایسوسی ایشن (پی پی ایم اے) کے سابق چیئرمین ڈاکٹر قیصر وحید نے بتایا کہ پاکستان کی افغانستان کو کل 1 ارب 80 کروڑ ڈالر کی

ہونے سے افغانستان سے پاکستان میں آنے والی اسمگل شدہ چیزوں میں بھی کمی ہوگی۔

سیمنٹ اور کوئلہ

ایک سیمنٹ کمپنی کے مطابق سرحد بند ہونے کے بعد افغانستان سے کوئلے کی درآمد اور افغانستان کو سیمنٹ کی برآمد دونوں رک گئی ہیں، اس وجہ سے مقامی کوئلہ مہنگا ہو کر 30 سے 32 ہزار روپے فی ٹن سے بڑھ کر 42 سے 45 ہزار روپے فی ٹن ہو گیا ہے، افغان کوئلہ بھی پہلے 30 سے 38 ہزار روپے فی ٹن میں مل رہا تھا، لیکن اب بالکل دستیاب نہیں۔

جنوبی پاکستان کے کارخانے پہلے ہی باہر سے کوئلہ خرید کر استعمال کر رہے تھے، لیکن شمالی علاقوں کے سیمنٹ کارخانوں کا زیادہ تر انحصار افغان کوئلے پر تھا، اب وہ بھی مجبوری میں جنوبی افریقہ، انڈونیشیا اور موزمبیق سے کوئلہ منگوانے لگے ہیں۔

سیمنٹ کی صنعت کو کوئلہ بہت زیادہ مقدار میں چاہیے ہوتا ہے، تقریباً 40 لاکھ ٹن سالانہ۔ کارخانوں نے ایران کے راستے سیمنٹ برآمد کرنے یا کوئلہ منگوانے کے خیال کو مسترد کیا

سبزیاں اور پھل

آل پاکستان فروٹس اینڈ ویجیٹیبلز ایکسپورٹرز، امپورٹرز اینڈ مرچنٹس ایسوسی ایشن کے سرپرست اعلیٰ وحید احمد نے بتایا کہ پاکستان سیزن کے دوران افغانستان کو کیلا، آلو، کینو اور آم برآمد کرتا ہے، جب کہ سی آئی ایس ممالک تک پہنچنے کے لیے بھی افغان روٹس استعمال ہوتے ہیں۔

ان کے مطابق افغانستان اور سی آئی ایس ممالک کو پھلوں اور سبزیوں کی برآمدات سالانہ 15 کروڑ ڈالر کے قریب ہیں، ساتھ ہی پاکستان افغانستان سے ٹماٹر، پیاز، انار، انگور اور خوبانیاں بھی درآمد کرتا ہے۔

دوطرفہ تجارت رکنے کے بعد برآمد کنندگان کو خراب ہونے والے پھل اور سبزیاں مقامی مارکیٹ میں کم قیمت پر بیچنے یا خراب ہونے کی صورت میں ضائع کرنے پر مجبور ہونا پڑا، ایران کے راستے افغانستان تک رسائی کی کوششیں جاری ہیں اور گزشتہ ہفتے وزارت قومی غذائی تحفظ میں اس حوالے سے اجلاس بھی ہوا۔

تاہم، برآمد کنندگان کو ایران روٹ استعمال کرنے کے لیے بینکوں سے مالیاتی اسناد درکار ہیں، جو فی الحال جاری نہیں ہو رہیں۔

پی اے جے سی سی آئی کے صدر جنید مکڈا نے بتایا کہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے 19 نومبر کو ایران اور CIS ممالک کے لیے ایران کے راستے برآمدات میں اسناد کی شرط ختم کرنے کی درخواست مسترد کر دی۔

انہوں نے صورتحال کو تشویشناک قرار دیتے ہوئے بتایا کہ متعدد پاکستانی ڈرائیور افغانستان میں ہفتوں سے پھنسے ہوئے ہیں، کئی گاڑیاں حملوں کا نشانہ بھی بنی ہیں، جب کہ ڈرائیور خوراک، پیسے اور رہائش کی شدید مشکلات کا شکار ہیں۔

کراچی ویلفیئر فروٹس ایسوسی ایشن کے صدر عبدالقدیم آغا نے بتایا کہ اب افغانستان کی بجائے زیادہ تر انار ایران سے آ رہے ہیں، جس کی قیمت 2 ہزار سے 2 ہزار 500 روپے سے بڑھ کر 4 ہزار سے 4 ہزار 500 روپے فی 10 کلو کارٹن ہو گئی ہے، کوئٹہ اور بلوچستان سے سپلائی تقریباً بند ہے۔

ایرانی سیب اور انگور بھی بڑی تعداد میں مارکیٹ میں آ رہے ہیں، جن کی قیمت 2 ہزار سے 3 ہزار روپے فی 10 کلو کارٹن ہے، روزانہ 15 سے 20 کنٹینرز ایرانی پھلوں کے آ رہے ہیں۔

گھی، کوکنگ آئل، آٹا

پاکستان وناسپتی مینوفیکچررز ایسوسی ایشن (پی وی ایم اے) کے چیئرمین شیخ عمر ریحان نے بتایا کہ تجارت بند ہونے سے پہلے باقاعدہ چینلز کے ذریعے 6 ہزار سے 8 ہزار ٹن گھی ماہانہ افغانستان برآمد کیا جا رہا تھا، جب کہ کوکنگ آئل کی برآمدات نہ ہونے کے برابر تھیں۔

پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن سندھ زون کے سابق چیئرمین عامر عبداللہ نے کہا کہ گزشتہ 3 سے 4 سالوں میں پاکستان سے افغانستان بہت ہی کم مقدار میں آٹا جا رہا تھا، پاکستان افغانستان کو گندم برآمد نہیں کرتا، افغانستان اپنی گندم کا زیادہ تر حصہ روس، ترکمانستان اور قازقستان سے خریدتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ حقیقت میں ہم افغانستان کی مارکیٹ بھی کھو چکے ہیں اور زرمبادلہ کمانے کے مواقع بھی۔

Meezan Bank
The Premier Islamic Bank

دسویں پاکستان بینکنگ ایوارڈز کی شاندار تقریب

تیسری بار 'بہترین بینک' کا ایوارڈ میزان بینک کے نام، گورنر اسٹیٹ بینک جمیل احمد نے ایوارڈ میزان بینک کے سی ای او کو پیش کیا

کنزیومر واچ رپورٹ

پاکستان میں بینکاری کے شعبے کی بہترین کارکردگی کو سراہنے کے لیے منعقد کیے جانے والے دسویں پاکستان بینکنگ ایوارڈز کی تقریب اس سال بھی نہایت شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوئی، جس میں ملک کے بڑے مالیاتی اداروں نے شرکت کی۔ یہ ایوارڈز نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف بینکنگ اینڈ فنانس (NIBAF)، ڈان میڈیا گروپ اور اے ایف فرگوسن اینڈ کمپنی کے اشتراک سے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس سال کی تقریب کئی حوالوں سے منفرد رہی ایک طرف مختلف بینکوں نے اپنی بہترین کارکردگی کے اعتراف میں نمایاں اعزازات حاصل کیے، جبکہ دوسری طرف اسٹیٹ بینک کے گورنر نے اس شعبے کو درپیش چیلنجز اور مستقبل میں ضروری تبدیلیوں کی جانب توجہ مبذول کروائی۔

ایوارڈز کی سب سے اہم اور مرکزی کیٹیگری 'بہترین بینک' کا اعزاز اس سال بھی میزان بینک لمیٹڈ کے حصے میں آیا، جو مجموعی طور پر تیسری مرتبہ اس اعزاز کا مستحق قرار پایا ہے۔ گورنر اسٹیٹ بینک جمیل احمد نے یہ ایوارڈ میزان بینک کے چیف ایگزیکٹو افسر کو پیش کیا اور ادارے کی لگن، معیار، اسلامی بینکاری میں جدت اور مستقل بہتر کارکردگی کی تعریف کی۔

میزان بینک کی مسلسل کامیابی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی بینکاری نہ صرف پاکستان میں مستحکم ہو رہی ہے بلکہ صارفین کا اعتماد بھی اس شعبے کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ بینک کی درمیانی سطح کے کاروباروں تک رسائی، صارف دوست ڈیجیٹل سہولیات، اور رسک مینجمنٹ کے بہتر نظام نے اسے ممتاز مقام دیا ہے۔

بینک آف پنجاب، تین اہم کیٹیگریز میں فاتح

اس سال کی تقریب میں بینک آف پنجاب (BOP) کی شاندار کارکردگی نے بھی سب کی توجہ حاصل کی۔ بی او پی نے تین اہم کیٹیگریز خواتین کی مالی شمولیت، زرعی شعبے میں معاونت، اور چھوٹے و درمیانے کاروباروں (SMEs) کے لیے بہترین خدمات میں ایوارڈز حاصل کیے۔ حاضرین کی جانب سے بی او پی کی اس کامیابی پر پرجوش تالیاں گونجتی رہیں۔

ان ایوارڈز کی بنیادی وجہ بی او پی کی وہ پالیسیاں ہیں جو بالخصوص کم سہولت یافتہ طبقات کو بینکاری کے دائرے میں لانے کے لیے تشکیل دی گئیں۔ زراعت، خواتین کی معاشی خودمختاری، اور ایس ایم ایز پاکستان کی معیشت کا اہم حصہ ہیں، اور بی او پی نے ان تین شعبوں میں نمایاں خدمات کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے۔

ڈیجیٹل ایکسیلنس میں بینک الفلاح سب سے آگے

ڈیجیٹل بینکاری کی اہمیت گزشتہ چند برسوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ اسی تناظر میں بینک الفلاح نے بھی دو اعزازات اپنے نام کیے:

* بہترین ڈیجیٹل ایکسیلنس
* بہترین کسٹمر انگیجمنٹ

بینک الفلاح کے جدید موبائل ایپس، آن لائن بینکاری حل، اور جدید کسٹمر سپورٹ ماڈلز نے اسے اس کیٹیگری میں نمایاں جگہ دلائی ہے۔ بینک ڈیجیٹل ادائیگیوں اور فن ٹیک انضمام میں مسلسل ترقی کر رہا ہے۔

دیگر بینکوں کی کارکردگی ایک نظر

کشف فاؤنڈیشن کو بہترین مائیکروفنانس ادارے کا ایوارڈ ملا، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نچلے طبقے کی مالی ضروریات پوری کرنے میں مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔

فیصل بینک کو بہترین 'مڈ سائز بینک' قرار دیا گیا یہ اعزاز ایسے بینکوں کو ملتا ہے جو درمیانے درجے کے صارفین کے لیے بہترین سہولیات فراہم کرتے ہیں۔

ایچ بی ایل نے اس سال ESG (ماحولیاتی، سماجی اور گورننس) کیٹیگری میں بہترین بینک کا اعزاز حاصل کیا، جو پائیداری اور سماجی ذمہ داری کے معیار کو مدنظر رکھ کر دیا جاتا ہے۔

ڈان سی ای او کا پیغام مالیاتی شعبے میں سست روی پر تشویش

تقریب کے دوران چلائے گئے ویڈیو پیغام میں ڈان میڈیا گروپ کی سی ای او ناز آفرین سہگل لاکھانی نے گزشتہ 10 برسوں سے اس ایوارڈ سسٹم کو مستحکم اور معتبر بنانے والی ٹیم کی محنت کو سراہا۔ تاہم انہوں نے کمزور معاشی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار بھی کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب ملک کی معاشی ترقی سست ہو، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا بینک اپنی مکمل صلاحیت کے مطابق معیشت میں کردار ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔

گورنر اسٹیٹ بینک کا خطاب تنقید بھی، اصلاحی تجاویز بھی

تقریب کا سب سے اہم اور بصیرت افروز حصہ گورنر اسٹیٹ بینک جمیل احمد کا خطاب تھا۔ انہوں نے جہاں پاکستان بینکنگ ایوارڈز کی اہمیت کو سراہا، وہیں بینکوں کی موجودہ کارکردگی بالخصوص نجی شعبے کو کم قرضہ دینے کے رجحان پر تنقید بھی کی۔

گورنر نے کہا کہ:

"بینک آسان منافع کے لیے حکومت کو قرضے دیتے ہیں، جبکہ حقیقی معیشت یعنی نجی شعبہ، خاص طور پر ایس ایم ایز، زرعی اور صنعتی شعبے کی مالی ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔"

انہوں نے مزید کہا کہ ایسے بینک جن کا انحصار حکومتی قرضوں پر ہے وہ طویل مدت میں پیچھے رہ جائیں گے، کیونکہ مستقبل کا بینکاری نظام جدت، شمولیت اور ڈھانچاتی اصلاحات پر مبنی ہوگا۔

بینکوں کے لیے چار اہم ہدایات

گورنر اسٹیٹ بینک نے مستقبل میں بینکاری شعبے کی ضرورتوں کو واضح کرتے ہوئے چار بنیادی نکات پر زور دیا:

ڈیجیٹلائزیشن بینکاری کا مستقبل

بینکوں کو چاہیے کہ وہ موبائل کامرس، جدید ادائیگی نظام، زرعی سپلائی چین مینجمنٹ، کریڈٹ اسکورنگ اور رسک مینجمنٹ کے جدید طریقوں کو اپنا کر مکمل ڈیجیٹل سروس ماڈل بنائیں۔

مصنوعی ذہانت اور متبادل ڈیٹا کا استعمال

اے آئی اور مشین لرننگ ایسے ٹولز ہیں جو مالیاتی رسک ماڈلز کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ گورنر نے زور دیا کہ بینک اسٹارٹ اپس، چھوٹے کاروباروں اور غیر روایتی صارفین کے لیے ایسی مصنوعات بنائیں جو متبادل ڈیٹا، موبائل استعمال، ادائیگی پیٹرنز اور دیگر جدید ذرائع کی بنیاد پر تیار ہوں۔

ماحولیات اور پائیداری

گورنر نے کہا کہ دنیا بھر میں ماحولیاتی خطرات اب مالیاتی فیصلوں کا اہم حصہ ہیں۔ پاکستانی بینکوں کو بھی گرین بانڈز، ماحول دوست قرضوں (Loanslinked-Sustainability) اور پائیداری کے واضح اہداف وضع کرنے کی ضرورت ہے۔

برآمدات کی معاونت

پاکستان کا مستقبل برآمدات سے وابستہ ہے۔ بینک اگر ایکسپورٹرز کے لیے سرمایہ کاری، قرضے، جدید پروڈکٹس اور عالمی معیار کے مالیاتی حل پیش کریں، تو معیشت مستحکم ہو سکتی ہے۔

بینکاری شعبہ ایک نئے دور کی طرف بڑھ رہا ہے

پاکستان بینکنگ ایوارڈز کی یہ دسویں تقریب اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ بینکاری شعبہ مسلسل ارتقا پذیر ہے۔ کچھ بینکوں نے جدت، پائیداری، ڈیجیٹلائزیشن اور شمولیت میں شاندار کامیابیاں حاصل کی ہیں، لیکن چیلنج اب بھی موجود ہیں۔ خاص طور پر وہ خلا جو نجی شعبے کی فنانسنگ اور معاشی سرگرمیوں میں سست روی کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔

ایوارڈز جہاں ایک طرف بینکوں کی حوصلہ افزائی کا ذریعہ ہیں، وہیں گورنر اسٹیٹ بینک کی گفتگو اس جانب بھی اشارہ کرتی ہے کہ مستقبل کا بینکاری نظام صرف منافع نہیں بلکہ جدت، ذمہ داری، شمولیت اور معاشی صحت پر مبنی ہوگا۔

تھینکس گیونگ کیا ہے؟
ثقافت، تہذیب یا کاروبار؟

جہانِ امریکا
حمیرا گُل تشنہ

امریکہ میں تھینکس گیونگ نہ صرف ایک قومی تعطیل ہے بلکہ اس ملک کی ثقافتی اور تہذیبی شناخت کا ایک اہم جزو بھی ہے۔ یہ تہوار نعمتوں کے شکرانے، خاندانی بندھن اور تاریخی ورثے پر غور کرنے کا دن ہے۔ تھینکس گیونگ کی تاریخ کا آغاز سترہویں صدی کے اوائل میں شمالی امریکہ میں پہلے یورپی آبادکاروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ سن 1620ء میں مے فلاور نامی جہاز پر سوار 102 انگریز آبادکار (جنہیں پیوریٹن یا زائرین بھی کہا جاتا ہے) مذہبی آزادی کی تلاش میں یورپ سے نکل کر موجودہ میساچوسٹس کے ساحل پر اترے. یہ لوگ نئے خطے کے سخت موسم سرما کے لیے تیار نہیں تھے، جس کے نتیجے میں پہلے ہی سال میں ان کی نصف سے زیادہ تعداد بھوک اور بیماری سے ہلاک ہوگئی۔ ان مشکل حالات میں، مقامی وامپانواگ (Wampanoag) قبیلے نے ان آبادکاروں کی مدد کی اور انہیں خوراک فراہم کی، نیز مقامی حالات کے مطابق فصلیں اگانے اور زندہ رہنے کے طریقے سکھائے۔ سن 1621ء میں پہلی

> یہ تہوار نعمتوں کے شکرانے، خاندانی بندھن اور تاریخی ورثے پر غور کرنے کا دن ہے۔ تھینکس گیونگ کی تاریخ کا آغاز سترہویں صدی کے اوائل میں شمالی امریکہ میں پہلے یورپی آبادکاروں کے ساتھ ہوتا ہے۔

کامیاب فصل کٹائی کے بعد، آبادکاروں نے اپنے بقا کے شکرانے کے طور پر ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں 53 آبادکاروں نے 90 مقامی امریکیوں کے ساتھ مل کر شرکت کی۔ اس پہلے تہوار میں ہرن کا گوشت، بطخ اور دیگر پرندے، مچھلی، نیز خشک مکئی اور سبزیاں شامل تھیں۔ اگرچہ اس وقت اس تقریب کا نام "تھینکس گیونگ" نہیں تھا، لیکن یہی واقعہ اس قومی تہوار کی بنیاد بنا۔ ابتدائی دور میں مختلف امریکی ریاستیں مختلف دنوں میں یہ تہوار مناتی تھیں۔ صدر ابراہم لنکن نے 1863ء میں نومبر کی آخری جمعرات کو تھینکس گیونگ کے طور پر منانے کا اعلان کیا۔ بالآخر 1941ء میں صدر فرینکلن ڈی روزویلٹ کے دور میں کانگریس نے ایک قانون پاس کیا، جس کے تحت ہر سال نومبر کی چوتھی جمعرات کو تھینکس گیونگ کے طور پر مقرر کیا گیا۔ صدیوں سے چلتی ہوئی اس روایت "تھینکس گیونگ" کی اصل شکل میں اب بہت تبدیلی آ چکی ہے۔ لیکن آج بھی اس کی بنیادی روح یعنی شکرگزاری، اجتماع اور فیضان کا جشن برقرار ہے۔ تھینکس گیونگ کی سب سے اہم روایت خاندان اور دوستوں کے ساتھ جمع ہونا ہے۔ اس موقع پر بھنی ہوئی ٹرکی دسترخوان کی خاص ڈش ہے، جس کے ساتھ عام طور پر سٹفنگ، کرین بیری ساس، میشڈ آلو، گریوی، اور کدو کی پائی پیش کی جاتی ہے۔ ٹرکی کو اس تہوار کی علامت بنانے کا سہرا مصنفہ سارا جوزفہ ہیل کے ناول "نارتھ ووڈ" (1827ء) کو جاتا ہے، جس میں اس ڈش کی تفصیلی منظر کشی کی گئی تھی۔ تھینکس گیونگ، امریکہ میں سفر کا سب سے مصروف ترین دن ہے۔ امریکن آٹوموبائل ایسوسی ایشن (AAA) کے اندازوں کے مطابق، اس موقع پر آٹھ کروڑ سے زائد افراد کم از کم 80 کلومیٹر یا اس سے زیادہ کا سفر کرکے اپنے پیاروں سے ملنے جاتے ہیں۔ یہ سفر ہوائی جہاز، ریل یا سڑک کے ذریعے ہوتا ہے۔

اس دن نیویارک میں ایک بڑی پریڈ کا انعقاد ہوتا ہے، جبکہ ٹیلی ویژن پر امریکی فٹ بال کے کھیل دکھائے جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس دن کو غریب اور ضرورت مند افراد میں کھانا یا تحائف تقسیم کرنے اور رضاکارانہ خدمات انجام دینے کے لیے وقف کرتے ہیں۔ تھینکس گیونگ نہ صرف ایک ثقافتی تہوار ہے بلکہ یہ کاروبار اور معیشت کے لیے بھی ایک اہم موسم ہے، جو متعدد شعبوں میں بے پناہ مواقع پیدا کرتا ہے۔ چونکہ اس موقع پر گھروں میں بڑی دعوتیں ہوتی ہیں، اس لیے گروسری اسٹورز، ریسٹورانوں اور کیٹرنگ سروسز کے کاروبار میں زبردوں اضافہ ہوتا ہے. لوگ تھینکس گیونگ سے متعلقہ اجناس اور تیار کھانے کی اشیاء کی خریداری کے لیے بڑی تعداد میں بازاروں کا رخ کرتے ہیں۔ تھینکس گیونگ کے اگلے دن "بلیک فرائیڈے" منایا جاتا ہے، جو خریداری کا سب سے بڑا دن سمجھا جاتا ہے۔ خوردہ فروش اس موقع پر خصوصی پروموشنز اور ڈسکاؤنٹس کا اعلان کرتے ہیں، جس سے ان کی فروخت میں زبردوں اضافہ ہوتا ہے. اس کے بعد آنے والے "سائبر منڈے" پر آن لائن خریداری کو فروغ دیا جاتا ہے۔

چھٹی کے موقع پر ملک بھر میں ہونے والے وسیع پیمانے پر سفر کی وجہ سے ایئر لائنز، ہوٹلوں اور کرایہ کی گاڑیوں کی کمپنیوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ یہ موسم ان شعبوں کے لیے آمدنی کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

تھینکس گیونگ کا جذبہ دوسروں کی مدد کرنے اور صدقہ خیرات دینے پر زور دیتا ہے۔ اس موقع پر خیراتی تنظیمیں عطیات حاصل کرنے اور ضرورت مندوں تک مدد پہنچانے کے لیے مہمات چلاتی ہیں۔ بہت سے کاروباری ادارے بھی اپنی برانڈ کی شہرت بہتر بنانے کے لیے اس موسم میں سماجی خدمات کے پروگراموں میں حصہ لیتے ہیں۔

تھینکس گیونگ امریکی معاشرے کا ایک ایسا جزو ہے جو اپنے دامن میں گہری تاریخی اہمیت، مضبوط ثقافتی روایات اور وسیع کاروباری مواقع سموئے ہوئے ہے۔ یہ تہوار نہ صرف ماضی کے اس تاریخی واقعے کی یاد دلاتا ہے جب مقامی امریکیوں نے آبادکاروں کی مدد کی تھی، بلکہ یہ آج کے دور میں خاندانوں کے اجتماع، نعمتوں کے شکرانے اور انسانی ہمدردی کا استعارہ بھی بن چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، یہ تہوار کاروباری شعبے

> لوگ تھینکس گیونگ سے متعلقہ اجناس اور تیار کھانے کی اشیاء کی خریداری کے لیے بڑی تعداد میں بازاروں کا رخ کرتے ہیں۔ تھینکس گیونگ کے اگلے دن "بلیک فرائیڈے" منایا جاتا ہے، جو خریداری کا سب سے بڑا دن سمجھا جاتا ہے۔

کے لیے ترقی اور منافع کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ یہی کثیر الجہتی پہلو تھینکس گیونگ کو امریکی ثقافت میں ایک منفرد اور اہم مقام عطا کرتا ہے۔

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

ایڈیٹر: نشید آفاقی

صارفین سے سرکار تک

کنزیومر واچ

CONSUMER WATCH PAKISTAN

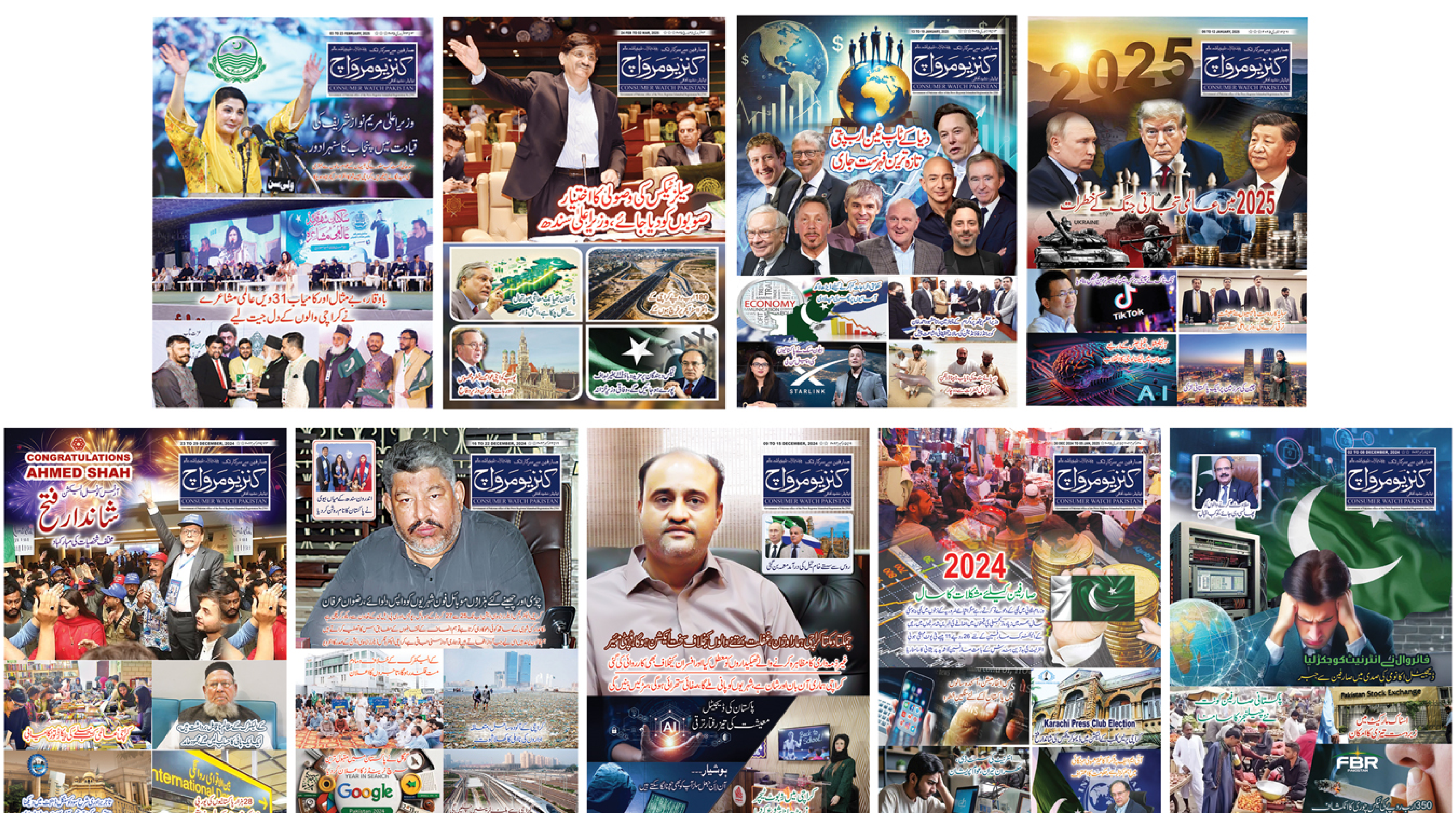

Government of Pakistan office of the Press Registrar Islamabad Registration No.2793

H41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2، کراچی فون نمبر: 021-34528802-3